نُصرۃ
میگزین

شمارہ: 24 رجب/شعبان 1436 ہجری بمطابق مئی/جون 2015

امیر حزب التحریر :
خلافت کانفرنس سے افتتاحی خطاب

عطاء بن خلیل ابو الرشتہ
(امیر حزب التحریر)

تفسیر سورة البقرہ آیات
120 -123

رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے خلاف مظاہرے

"اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں"

حکمرانوں کا احتساب نہ کرنے والے گونگے شیطان ہیں۔۔!!

شام, عالمی سیاست اور بیدار امت

نصرة میگزین / شمارہ:24

رجب / شعبان 1436 ہجری بمطابق مئی / جون 2015

اس شمارے میں

اداریہ: طلوع سحر سے پہلے اندھیرا شدید ترین ہوتا ہے

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قریش کے جابروں کی طرح آج کے جابروں نے بھی اس بات کو محسوس کرتے ہوئے کہ اسلام کی ریاست کا قیام قریب ہے، اپنے ظلم و ستم میں اضافہ کر دیا ہے۔

شام میں مسلمان جو کہ خلافت راشدہ کے قیام کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ان پر اتحادی ممالک حملے کر رہے ہیں۔ یہ شیطانی اتحاد امریکہ اور روس پر مشتمل ہے جو معصوموں کے خون کو بے دریغ بہا رہے ہیں اور ان کے اس اتحاد میں شام کی ہمسایہ حکومتیں بھی شامل ہیں۔ اس شیطانی اتحاد کے گناہ میں معاونت کے لئے پاکستان بھی اپنا حصہ ڈال رہا ہے اور فرقہ واریت کی آگ کو بھڑکانے کے لئے شیعہ مسلمانوں کو اپنے سنی مسلمان بھائیوں سے لڑنے کے لئے بھیج رہا ہے۔

پاکستان میں حکومت نے نیشنل ایکشن پلان کو استعمال کرتے ہوئے پچیس ہزار افراد کو گرفتار اور ظلم و ستم میں اضافہ کر دیا ہے جس کا نشانہ علماء اور اسلامی رہنما ہیں۔ حکومت نے اسلام کے خلاف اپنی جنگ کو یہ کہہ کر چھپانے کی کوشش کی ہے کہ وہ مذہبی لوگوں کو نشانہ نہیں بنا رہی بلکہ امن و امان کے قیام کی کوشش کر رہی ہے اور اپنی بات میں وزن پیدا کرنے کے لئے چند جرائم پیشہ افراد کی گرفتاری کی زبردست تشہیر کر رہی ہے۔ لیکن لوگ اصل حقیقت کو سمجھ رہے ہیں کیونکہ وہ مسلسل علماء اور اسلام کی دعوت کے علمبردار رہنماؤں کو ہراساں کرنے اور ان کی گرفتاریوں کی خبریں سن رہے ہیں۔

> **پاکستان میں حکومت نے نیشنل ایکشن پلان کو استعمال کرتے ہوئے پچیس ہزار افراد کو گرفتار اور ظلم و ستم میں اضافہ کر دیا ہے جس کا نشانہ علماء اور اسلام کی دعوت کے علمبردار رہنما ہیں**

لیکن جس طرح قریش کی تمام کوششیں اسلامی ریاست کے قیام کو روکنے میں ناکام ہو گئی تھیں، اسی طرح موجودہ دور کے جابروں کی کوششیں بھی بری طرح سے ناکام ہوں گی۔ حکمرانوں کے جبر نے مسلمانوں کے استقامت میں اضافہ ہی کیا ہے۔ خلافت کی دعوت کے علمبردار رہنما بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں اور امت ان کے اس جذبے کو محسوس کر رہی ہے اور اسی لئے اس دعوت کو پہلے سے زیادہ سنجیدگی سے لے رہی ہے۔

اس قسم کا جذبہ دوسروں کو بھی اسی جذبے اور استقامت کے ساتھ کھڑے رہنے میں مدد فراہم کرتا ہے ورنہ جس کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس قسم کا جذبہ اور استقامت صرف ایمان کی مضبوطی سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کا رزق، زندگی اور موت کا مِن جانب اللہ ہونے کا یقین اور اللہ پر کامل توکل وہ عناصر ہیں جو انہیں مشکلات کے دوران استقامت نصیب فرماتے ہیں اور جن کی وجہ سے وہ ان آزمائشوں سے کندن بن کر نکلتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایمان والوں کے خلاف ظلم و ستم نے جابروں کو پہلے سے کہیں زیادہ بے نقاب کر دیا ہے کیونکہ یہ نظر آ رہا ہے کہ وہ عوام کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام رہے ہیں اور اسی لئے انہیں دبانے کے لئے قوت کو استعمال کر رہے ہیں۔

لہٰذا موجودہ دور کے جابر بھی وہی غلطی کر رہے ہیں جو قریش نے کی تھی۔ وہ موجودہ صورتحال سے گھبرا کر سختی کرنے پر مجبور ہوتے جا رہے ہیں لیکن ایسا کرنے سے وہ درحقیقت نئی روشن صبح کی آمد کو قریب سے قریب تر کر رہے ہیں۔ وہ نئی سحر جو انشاء اللہ قریب ہے، دوسری خلافت راشدہ کے قیام کی صورت میں!

تفسیر سورۃ البقرۃ 120 تا 123



بسم الله الرحمن الرحیم

مشہور فقیہ اور رہنما، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو رشتہ کی کتاب "**التیسیر فی اصول التفسیر**" سے اقتباس

وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلاَ النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنْ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي جَاءَكَ مِنْ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنْ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلاَ نَصِيرٍ ○ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمْ الْكِتَابَ يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ أُوْلَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمْ الْخَاسِرُونَ ○ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِي الَّتِي أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ○ وَاتَّقُوا يَوْمًا لاَ تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلاَ تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلاَ هُمْ يُنصَرُونَ.○

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان آیات میں فرمارہا ہے:

1- بے شک یہود ونصاریٰ آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے ،جب تک آپ ان کی ملت کی پیروی نہ کریں، چونکہ یہ نہیں ہوگا،کیونکہ اسلام کے علاوہ کوئی اور دین یاملت تو اللہ کو منظور ہی نہیں،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: (**وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الإِسْلاَمِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنْ الْخَاسِرِينَ**) "جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کرنا چاہے گا تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جو سخت نقصان اٹھانے والے ہیں ۔"(آل عمران:85) **إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الإِسْلاَمُ** (آل عمران:19) "بے شک (معتبر)دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے"۔ اس لئے ان یہودیوں اور نصاریٰ کو یہ جان لینا چاہئے کہ ہدایت وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ لے کر آئے۔ ان کے موجودہ دین کی اتباع ہدایت نہیں،جیسا کہ ان کا خیال ہے۔ ان کا دین تو تحریف شدہ دین ہے اور اس کے اندر بے تحاشا تغیر ات اور تبدیلیاں کی گئیں ہیں اور اس میں تحریف ہونے کے بعد یہ ملتِ کافرہ بن چکے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ(لئن) لا کر

رسول اللہ ﷺ کو قسمیہ انداز میں آگاہ کرتا ہے، کیونکہ اس میں لام قسمیہ ہے، کہ خبر دار! اگر آپ ﷺ نے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو پھر آپ ﷺ کا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہو گا جو اللہ کے عذاب سے بچاؤ فراہم کرے۔ یہ انداز اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی ملت، ان کے دین کی حقیقت، جس کو یہ لوگ بزعم خویش ہدایت سمجھے ہوئے ہیں، بس اتنی ہے کہ یہ ان کی خواہشات ہیں اور حق سے انحراف ہے۔

2- اس کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ بتاتا ہے کہ یہود ونصاریٰ میں سے جو لوگ صحیح طور پر اپنی کتابوں کی اتباع کرتے ہیں اور ان کے اندر کوئی تحریف نہیں کرتے، یہ لوگ رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان رکھتے ہیں کیونکہ آپ کا ذکر ان کی کتابوں میں کیا گیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کے منکرین دنیا وآخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہوں گے۔

> **بے شک یہود ونصاریٰ آپ سے کبھی بھی خوش نہیں ہوں گے، جب تک آپ ان کی ملت کی پیروی نہ کریں**

(**يَتْلُونَهُ حَقَّ تِلاَوَتِهِ**) یعنی اس کی ایسی اتباع کرتے ہیں جیسا کہ اتباع کرنے کا حق ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ (**وَالْقَمَرِ إِذَا تَلاَهَا**) "اور (قسم ہے) چاند کی جب وہ اس کے پیچھے پیچھے آئے" (الشمس:2)یعنی سورج کے پیچھے پیچھے، یا جیسے کہا جاتا ہے کہ ما زلت اتلو اثرہ ،یعنی میں برابر اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔

3- پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ بنی اسرائیل کے قصے کا اختتام بھی اس طرح کرتے ہیں جیسے کہ اس کا آغاز کیا تھا۔ اس کا سبب ان کے گناہوں کی عادت تھی۔ اس لئے فرمایا (**يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِي** ....)یہ آیت اور اس کے بعد والی آیت (**وَاتَّقُوا يَوْمًا لاَ تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا** ....) کی دلالت پر ہم نے بنی اسرائیل سے متعلقہ آیات کے شروع میں بات کی تھی، اس لئے اُسی پر یہاں بھی اکتفا کرتے ہیں اور اس کا اعادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

یقیناً خلافت کا سورج طلوع ہونے کے قریب ہے

خبر: 4 مارچ 2015 کو پاکستان کے صف اول کے اردو اخبار میں ایک مضمون "خلافت" شائع ہوا۔ پھر 11 مارچ کو اسی میڈیا گروپ کے انگریزی اخبار نے بھی اِس مضمون کو شائع کیا۔ مضمون نگار نے یہ دعویٰ کیا کہ "اِس میں شبہ نہیں کہ خلافت کا لفظ اب کئی صدیوں سے اصطلاح کے طور پر استعمال ہوتا ہے لیکن یہ ہر گز کوئی دینی اصطلاح نہیں ہے.....رہی یہ بات کہ دنیا میں مسلمانوں کی ایک ہی حکومت ہونی چاہیے اور یہ اسلام کا حکم ہے تو قرآن سے واقف ہر صاحب علم جانتا ہے کہ وہ اِس طرح کے کسی حکم سے خالی ہے......اُن کی ایک ریاست ہائے متحدہ کا قیام ہم میں سے ہر شخص کی خواہش ہو سکتی ہے اور ہم اِس کو پورا کرنے کی جدوجہد بھی کر سکتے ہیں لیکن اِس خیال کی کوئی بنیاد نہیں ہے کہ یہ اسلامی شریعت کا کوئی حکم ہے جس کی خلاف ورزی سے مسلمان گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں"۔

تبصرہ: خلافت کے موضوع پر ملک کے صف اول کے اخبار میں ایک مضمون شائع ہونا جو کہ سیکولر سوچ کا حامل بھی ہو، ایک ایسا امر ہے جو شاذو نادر ہی ہوتا ہے۔ لیکن جو بات سب سے زیادہ خوشگوار حیرت کا باعث ہے وہ یہ کہ کوئی ایک درجن سے زائد مضمون نگاروں اور علماء نے اس مضمون کے خلاف جواب تحریر کیا اور یہ جوابات صرف اُس اخبار میں ہی شائع نہیں ہو رہے جس نے اصل مضمون شائع کیا تھا بلکہ دوسرے اخبارات بھی اس کے خلاف جوابات شائع کر رہے ہیں۔ ان درجن بھر سے زائد مضمون نگاروں اور علماء نے اس رائے کی شدید نفی کی کہ خلافت کے نام کا نہ تو کوئی ادارہ ہے اور نہ ہی یہ کوئی اسلامی اصطلاح ہے۔ اب تک اصل مضمون کے خلاف مختلف لوگوں کی جانب سے جوابات لکھنے کا سلسلہ جاری ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جس اخبار نے اصل مضمون شائع کیا تھا اس کے ایک سیکولر مضمون نگار نے نہ صرف خلافت کو غیر اسلامی اصطلاح قرار دینے والے مضمون نگار کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا بلکہ یہ کہا کہ پاکستان کے لوگ کبھی بھی اِن کی بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اب تک کوئی ایک مضمون نگار یا عالم سامنے نہیں آیا جس نے خلافت کے تصور کے خلاف لکھا ہو۔

کچھ سالوں پہلے تک ہم آپس میں یہ سوال کیا کرتے تھے کہ وہ وقت کب آئے گا جب خلافت کا موضوع پاکستان میں زبان زدِ عام ہو گا۔ لیکن اب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ واقعی خلافت کا سورج طلوع ہوا ہی چاہتا ہے۔ ایک بات جو بہت حوصلہ افزا ہے وہ یہ کہ اِس مضمون پر جواب لکھنے اور اسلام کو جدیدیت کی عینک سے دیکھنے کے خلاف حزب التحریر نے کوئی مہم نہیں چلائی بلکہ یہ تمام مضمون نگار اور علماء خود آگے آئے ہیں۔ اِن لوگوں نے نہ صرف مضمون نگار کو سیاسی لحاظ سے غلط ثابت کیا بلکہ شرعی حوالوں سے یہ بھی ثابت کیا کہ اسلامی ریاست کا قیام محض مسلمانوں کی خواہش ہی نہیں ہے بلکہ یہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حکم ہے جس کو پورا کرنا فرض ہے۔ ان دانشوروں نے مضمون نگار کو شدید تنقید کا نشانہ بھی بنایا کہ وہ سیکولر افکار کو اسلام کا لبادہ پہنا کر پیش کر رہے ہیں۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راحیل-نواز حکومت نے پشاور میں اسکول پر حملے کے بعد، جس میں ایک سو چالیس سے زائد افراد ہلاک ہوئے تھے جن میں اکثریت بچوں کی تھی، نیشنل ایکشن پلان کے تحت معاشرے کو اسلامی افکار سے پاک کر دینے کو اپنا ہدف بنالیا ہے، خصوصاًوہ افکار جو شریعت کے نفاذ اور خلافت کے قیام کے ذریعے امت کو متحد کرنے سے متعلق ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے چیچے اکثر یہ کہتے ہیں کہ یہ جنگ طویل ہے جو پندرہ سے بیس سال تک چل سکتی ہے۔ لیکن معاشرے کے دانشوروں نے جس طرح خلافت کے موضوع کا دفاع کیا ہے، اس کے نتیجے میں سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے ہوں گے کہ انہیں واشنگٹن میں بیٹھے اپنے آقا کے خواب اور خواہش کو پورا کرنے کے لئے شاید اس بھی زیادہ طویل عرصے تک جنگ کرنی پڑے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ وعدہ فرما چکے ہیں کہ وہ اپنے نور کو لازمی پورا کریں گے اور جو بھی اس نور کو تکمیل تک پہنچنے سے روکنے کی کوشش کرے گا وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ

"بے شک جن لوگوں نے کفر کیا وہ اپنے اموال اس لیے خرچ کرتے ہیں تا کہ اللہ کے راستے سے روکیں سو یہ تو مال خرچ کریں گے پھر وہی مال ان کے خسارے کا سبب بنے گا اور پھر یہ مغلوب ہو کر رہیں گے" (الانفال:36)

شہزاد شیخ

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے ڈپٹی ترجمان

حکمرانوں کا احتساب نہ کرنے والے گونگے شیطان ہیں۔۔۔!!

تحریر: انجینئر سہام، پاکستان

گزشتہ دنوں سانحہ پشاور کے بعد سے، جس میں 130 بچوں کو قتل کیا گیا، حکومت نے سخت اقدامات کا اعلان کر رکھا ہے۔ اس نے آرمی ایکٹ میں ترمیم سمیت قانون سازی میں بنیادی تبدیلیاں کی ہیں، جب کہ دوسری جانب خطے میں بڑھتے امریکی اثر و رسوخ پر آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ لہٰذا حکومت نے اس سانحے پر عوامی غم و غصے کو بزدلانہ طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اسلام کے خلاف امریکی جنگ کو آگے بڑھایا ہے اور افغانستان میں امریکا کے خلاف لڑنے والے مجاہدین کے ٹھکانوں پر بمباری کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے افغان مجاہدین کی امداد روکنے کے لیے بھی قوانین بنائے ہیں۔ حکومت نے ہر وہ ممکن اقدامات اٹھائے ہیں جس سے اسلام اور اس سے نکلنے والی اسلامی طرزِ زندگی کی خواہش کو دبایا جاسکے۔ وہ بلاامتیاز مرد حتیٰ کہ خاتون کے بچے کو بھی گرفتار کر کے لوگوں میں خوف پھیلا رہی ہے۔

حکومت کی امت سے غداری اور امریکا کی غلامی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں بلکہ یہ ایک کھلا راز ہے۔ ایبٹ آباد اور سلالہ کے واقعات، پاکستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ریمنڈ ڈیوس نیٹ ورک پر حکومت کی خاموشی اور آئی ایم ایف کی ہدایات پر بنائے ہوئے بجٹ سب کے سامنے عیاں ہیں۔ اور وہ یہ سب نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے سرانجام دے رہی ہے۔ لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ ایسی حکومت کیسے اپنا اقتدار قائم رکھ سکتی ہے جب کہ وہ ریاست اور عوام کے مفاد کے خلاف کام کر رہی ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگ حکومت کی طرف سے رعایا کے خلاف ظلم و جبر سے باخبر ہوتے ہوئے بھی اسے چیلنج نہ کریں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ الحمد للہ امت میں حکمرانوں کی خیانت کے متعلق بیداری میں اضافہ ہوا ہے مگر محض بیداری معاشرے میں تبدیلی کا ضامن نہیں۔ ضروری ہے کہ یہ بیداری حکمرانوں کے سخت محاسبے کا باعث بنے یہاں تک کہ لوگ حکمرانوں کو اپنے ہاتھ سے روکیں۔ یہی وجہ ہے کہ حکمرانوں کا احتساب اور ان کے خلاف جدوجہد امت کے لیے اولین اہمیت کی حامل ہے جو اپنی نشاۃ ثانیہ کے لیے کوشاں ہے۔

امت کی نشاۃِ ثانیہ اسلام کے علاوہ کسی بنیاد پر موجود اقتدار کو ہٹائے بغیر ممکن نہیں۔ حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ اس امانت کو پورا کریں جو ان کے سپرد کی گئی ہے۔ ان پر لازم ہے کہ وہ امت کے امور کی دیکھ بھال کریں اور ان کی حفاظت کی ذمہ داری انجام دیں۔ حقیقت میں عوام ہی اتھارٹی و اقتدار کا سرچشمہ ہیں۔ لوگ حکمرانوں کو اقتدار اس لیے سونپتے ہیں تاکہ وہ ان کے معاملات کی دیکھ بھال کریں اور ان کے مفادات کا تحفظ کرسکیں۔ لہٰذا اسلام کے علاوہ کسی اور بنیاد پر قائم اقتدار برقرار نہیں رہ سکتا اگر لوگ حکمرانوں کی غداری کو سمجھیں اور ان کا سخت احتساب کریں، یہاں تک کہ وہ نااہل حکومت کو ہٹائیں اور ان حکمرانوں کا انتخاب کریں جنہیں وہ حکمرانی کا اصل حقدار سمجھتے ہیں۔

آج حکمرانوں کے احتساب میں سُستی امت میں اس احساس کی کمی کو ظاہر کرتی ہے کہ وہی اقتدار کا اصل سرچشمہ ہے۔ جہاں تک حکمرانوں کا تعلق ہے تو وہ اس بات سے آگاہ ہیں کہ انہیں اپنے ذاتی مفاد کے تحفظ کے لیے مغرب کی طرف سے پذیرائی کی ضرورت ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اقتدار انہیں درکار ہے وہ امت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ یہ اقتدار انہیں مغربی آقاؤں سے ملے گا۔ لہٰذا امت کی نشاۃ ثانیہ کا انحصار اس بات پر ہے کہ امت حکمرانوں کے احتساب کی ذمہ داری کو سمجھے، صرف اسی صورت میں وہ انہیں اقتدار سے ہٹانے کے لیے بے ساختہ طور پر آگے بڑھے گی، صرف اسی صورت میں وہ اسلام کو عملی طور پر نافذ کر کے اپنی اصل کی جانب لوٹ سکے گی۔

امت میں بیداری کی لہر اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ حکومت اور رعایا کے درمیان تعلقات کو سمجھا جائے، یہ ایک سیاسی عمل ہے۔ صرف ایک سیاسی تنظیم یا جماعت ہی معاشرے میں مثبت تبدیلی لاسکتی ہے۔ سیاسی جماعتوں اور رہنماؤں کا یہ کام نہیں کہ وہ حکمرانوں کے امور سے بے بہرہ رہیں اور انہیں

امت کے حقوق غصب کرنے کی اجازت دیں، ان پر لازم ہے کہ وہ حکمرانوں کا بار بار سختی سے احتساب کریں، جس کی شدت انہیں پسلیوں تک محسوس ہو۔ اور انہیں تعظیم کے درجے سے اتاریں تاکہ لوگ حکومت کی بدعنوانیوں کو اور اسے بدلنے کی ضرورت کو سمجھ سکیں۔ یہ کام ایک سیاسی جماعت اور سیاسی قیادت کا ہے کہ وہ حکمرانوں کے ان کرپٹ تصورات، خیالات اور اقدامات کو چیلنج کرے جو امت کے معاملات کی دیکھ بھال سے متعلق ہیں جن میں دوسری ریاستوں سے تعلق بھی شامل ہے۔ اگر ایک جماعت اپنے سیاسی تشخص کو برقرار رکھنا چاہتی ہے تو اسے چاہیے کہ وہ واضح انداز میں حکمرانوں کا محاسبہ کرے اور ان کے شیطانی اعمال پر خاموش نہ رہے۔ اس کے سیاسی اقدامات حکومت کو بے نقاب کرتے ہوں اور اس کے خیالات کو معاشرہ اپنا ئے ، وہ معاشرہ کہ جسے سیاسی جماعت بدلنا چاہتی ہے، یہاں تک کہ یہ خیالات معاشرے میں عمومی طور پر سرائیت کر جائیں۔ حکمرانوں کے جرائم پر خاموشی اس اہم فرض میں کوتاہی برتنا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿سورة انفال:25﴾ "اور اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ صرف انہیں لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں گنہگار ہیں۔ اور جان رکھو کہ خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔" اورامام احمد بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "وہ قوم جس کے سامنے کھلم کھلا گناہ کا ارتکاب کیا جائے، جبکہ وہ لوگ جو ان گناہ کرنے والوں سے زیادہ طاقتور اور کثیر ہوں مگر انہیں گناہوں سے نہ روکتے ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سب پر اپنا عذاب نازل کردے۔"

اسلام نے مسلمانوں پر یہ فرض کیا ہے کہ حکمرانوں کا احتساب کریں اور انہیں حکم دیتا ہے کہ وہ ان کے خلاف کلمہ حق بلند کریں۔ ابو داؤد، ترمذی اور ابنِ ماجہ میں روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، "ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بلند کرنا افضل ترین جہاد ہے۔ ابن حبان سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، "میرے بعد خلفاء ہوں گے جو اسلام کے مطابق حکمرانی کریں گے جب کہ ایسے خلفاء بھی ہوں گے جو اس کے مطابق حکمرانی کریں گے جس کا انہیں نہ ہی علم ہے اور نہ ہی انہیں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ سو جس نے ان کا انکار کیا وہ بری ہوا اور جس نے ان کی پیروی سے اپنے آپ کو روکے رکھا تو وہ محفوظ رہا سوائے ان کے جو ان سے راضی رہا اور ان کی پیروی کی"۔

رسول اللہ ﷺ نے جابر حکمرانوں کا محاسبہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر انجام دیا اور مسلمانوں کو بھی اس کی تلقین کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہدا کے سردار ہیں اور ہر وہ شخص جس نے ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق بلند کیا اور اس کے نتیجے میں شہید کر دیا گیا۔"

یہ مسلمانوں کے لیے ایک واضح نصیحت ہے کہ وہ حکمرانوں کے محاسبے اور جابر حکمرانوں کے خلاف اپنی جدوجہد کو جاری رکھیں چاہے اس میں ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے، اگرچہ اسلام اس راہ میں خطرات کی صورت میں ایک شخص کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اس حکم سے رخصت لے مگر اس راہ میں راست باز رہنے اور کامیابی حاصل کرنے کا یہی تقاضہ ہے کہ اللہ کی راہ میں تمام تکالیف کا سامنا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی عہد کے بہترین مسلمان جیسے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر ہر وقت حکمرانوں کے سخت محاسبے کے لیے تیار رہتے تھے، پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں سے پوچھا کہ اگر عمر نے اللہ کے حکم سے روگردانی کی تو کون ہے جو عمر کو روکے گا تو ان کے رعب و دبدبے کے باوجود ایک بدو نے تلوار

پس جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مسلمانوں سے پوچھا کہ اگر عمر نے اللہ کے حکم سے روگردانی کی تو کون ہے جو عمر کو روکے گا تو ان کے رعب و دبدبے کے باوجود ایک بدو نے تلوار نکال لی کہ میں روکوں گا

نکال لی کہ میں روکوں گا۔ یہ معیار تھا امت کی بیداری کا کہ وہ حکمرانوں کے محاسبے کے فرض سے بخوبی آشنا تھی اور یہی اسلوب تابعین کے دور میں بھی دیکھا جاسکتا ہے جب خلیفہ عبدالملک نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بیٹوں کے لیے خلافت کی بیعت لینے کا ارادہ کیا تو والیوں کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے ان کے لیے بیعت لیں۔ جب مدینہ کے والی ہاشم نے اس کے وقت کے بہترین لوگوں میں شمار کیے جانے والے سعید بن مسیب سے خلیفہ کے بیٹوں کو بیعت دینے کو کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ "وہ عبدالملک کے جیتے جی کسی دوسرے کو بیعت نہیں دے سکتے۔" جس کے نتیجے میں ہاشم نے انہیں کوڑے لگوائے اور اس جرم کی پاداش میں انہیں جیل بھیج دیا گیا۔ ابو بکر بن عبدالرحمان نے جیل میں ان کی عیادت کی اور ہاشم کو خط لکھا کہ، "سعید کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کیوں کہ تمہاری سختیوں سے وہ پہلے سے زیادہ نڈر اور بہادر ہو گیا ہے۔"

یہ تھا ہمارے آباو اجداد کا ان حکمرانوں کے خلاف جذبہ استقامت جنہوں نے کسی ایک مسئلے پر بھی اللہ کے حکم کے غلط نفاذ کی کوشش کی جب کہ وہ مجموعی طور پر معاشرے پر اسلام کو نافذ کرتے تھے اور اللہ کے حکم کے مطابق جہاد کے فرض کو بھی بخوبی انجام دیا کرتے تھے۔

حکمرانوں کا محاسبہ کرنا مسلمان کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے چاہے اس کے نتیجے میں کتنا ہی نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔ جب کہ آج حال یہ ہے کہ بہت سے سیاسی و مذہبی رہنما نہ صرف خاموش رہتے ہیں بلکہ وہ حکمرانوں کی سرکشی کے باوجود سمعنا واطعنا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ وہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ الفاظ بھول رہے ہیں جب انہوں نے لوگوں سے کہا کہ، "اے لوگو! تم قرآن کی آیت پڑھتے ہو اور اس کا اطلاق اس طرح کرتے ہو جو اللہ کے نزدیک مقصود نہیں، "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ" ﴿سورة المائدہ: 105﴾'اے ایمان والو! اپنی جانوں کی حفاظت کرو جب تم ہدایت پر ہو تو کوئی گمراہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا، تم سب کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا ہے اس وقت وہ تم کو تمہارے سب کاموں سے جو (دنیا میں) کئے تھے آگاہ کرے گا (اور ان کا بدلہ دے گا)۔ انہوں نے فرمایا کہ "میں نے اللہ کے رسول ﷺ کو فرماتے سنا کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو گناہ کرتا دیکھے اور اسے روکنے کی کوشش یا تبدیل نہ کرے تو قریب ہے کہ اللہ سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔" اور امام شافعی کا قول ہے "جو حرام کام کرتا ہے وہ اپنے گناہوں کے باعث تباہ ہوا، جب کہ جو اسے دیکھتا ہے اور خاموش رہتا ہے وہ اپنی خاموشی اور اطمینان کی وجہ سے تباہ ہوا۔"

لہٰذا تمام سیاسی جماعتیں اور رہنما جو اخلاص کے ساتھ امت کی بہتری اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو بحال کرتا دیکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے لازم ہے کہ وہ امت کے مفادات کی پاسداری کرتے ہوئے کفار کے مذموم مقاصد کو بے نقاب کرنے کی جدوجہد کریں۔ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ آج کے جابر حکمرانوں کے سامنے کلمہ حق بلند کریں۔ وہ مسلمانوں کے لیے عملی نمونہ اور بہترین مثال بنتے ہوئے سامراج اور مسلمان ممالک پر قابض ان کے کٹھ پتلی حکمرانوں کے خلاف جدوجہد میں امت کی رہنمائی کریں۔ اور اگر وہ یہ نہیں کرتے تو انہیں گونگے شیطان قرار دینا بے جا نہ ہو گا جیسا کہ امام ابن قیم نے فرمایا: "شیطان نے ان میں سے بہت سے لوگوں کو ان کی رضاکارانہ عبادات کو نمایاں بنا کر دھوکے میں رکھا ہے کہ وہ نفلی نماز اور نفلی روزوں کا اہتمام تو کرتے ہیں جب کہ امر بالمروف و نہی عن المنکر جیسے بنیادی فرائض کو بالکل نظر انداز کیے بیٹھے ہیں یہاں تک کہ وہ اس عبادت کو کرنے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے۔ دین اسلام کا جوہر تو یہ ہے کہ ہر وہ کام کیا جائے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ جو شخص اپنے دینی فرائض انجام نہیں دیتا وہ حقیقت میں اس سے برا ہے جو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو قرآن، نبی کریم ﷺ کی سنت اور صحابہ اکرام رضی اللہ تعالی عنہ کی زندگی کا تھوڑا بھی علم رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جنہیں آج سب سے زیادہ متقی قرار دیا جاتا ہے وہ حقیقت میں تقویٰ کے کم ترین درجے پر قائم ہیں۔ بے شک اس شخص میں کیا بھلائی ہو سکتی ہے جو اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی، اس کی حدود معطل اور دین کے عدم نفاذ اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی ہوتا دیکھے، اور پھر بھی خاموش رہے — یہی گونگے شیطان ہیں۔"

خلافت: ایک قطعی فرض الٰہی

گزشتہ "چاروں امام (ابو حنیفہ، مالک، شافعي، احمد، رحمۃ اللہ علیہم) اس بات پر متفق ہیں کہ امامت (خلافت) ایک فرض ہے اور یہ کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک امام (خلیفہ) کو مقرر کریں جو دین کے احکامات کو نافذ کرے اور مظلوموں کو ظالموں کے خلاف انصاف فراہم کرے۔ چاروں امام اس بات پر بھی متفق ہیں کہ مسلمانوں کو اس بات کی اجازت نہیں کہ ایک وقت میں ان کے دو امام (خلیفہ) ہوں، خواہ متفقہ یا متفرقہ طور پر۔۔۔"۔(مذاہبِ اربعہ کی فقہ: الفقہ علی المذاهب الاربعہ 5:416)۔

یہ قول امام جزیری کا ہے جو کہ چودھویں صدی ہجری کے معروف عالم ہیں اور ان کی رائے تقابلی فقہ میں مستند مانی جاتی ہے۔ یہاں پر انہوں نے مختلف فقہاء کا خلافت کے موضوع پر نقطہ نظر پیش کیا ہے جو کہ وہی موقف ہے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت سے چلا آرہا ہے۔

تمام مکتبہ فکر کے چوٹی کے علماء نے ہمیشہ خلافت کے موضوع کو انتہائی اہم قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ وہ "ضروریاتِ دین" میں سے ہے جسے کسی صورت چھوڑا نہیں جاسکتا"(الغزالی، الاقتصاد فی الاعتقاد، ص/199)، "مسلمانوں کے اہم ترین مفادات میں سے ہے اور دین کے اہم ترین ستونوں میں سے ہے"(الآمدی، غایۃ المرام، ص/366)، "دین کے عظیم ترین ستونوں میں سے ایک عظیم ستون ہے"(القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، جلد/1ص265)، "دین کے اہم ترین فرائض میں سے ہے"(ابن تیمیہ، السیاسۃ الشرعیہ، 129)، اور "اہم ترین فرائض میں سے ایک فرض ہے"(الحصکفي، رد المحتار، 1:548)۔

باالفاظ دیگر خلافت صرف ایک فرض نہیں بلکہ اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ یہ اسلام کا ستون ہے جسے چھوڑا نہیں جاسکتا کیونکہ اس کے بغیر اسلام جامع اور مکمل طور پر نافذ ہی نہیں ہو سکتا۔

لیکن کچھ "جدیدیت پسند" اور "اصلاح پسند" اس نقطہ نظر سے اختلاف کرتے ہیں۔ ان کے کہنے کے مطابق ایک ہزار سال کا علم و فضل اس موضوع (اور اس کے ساتھ دیگر کئی موضوعات) کو صحیح نہیں سمجھ سکا اور اب وہ لوگ ہی قرآن اور سنت کی صحیح تعبیر کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ ایک انتہائی بلند بانگ دعویٰ ہے جس سے صرف نظر کیا جاسکتا تھا لیکن اس معاملے کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے ہم اس کو دلائل کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

ڈاکٹر غامدی، جو اسی سوچ کی نمائندگی کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ خلافت کا فرض ہونا تو دور کی بات یہ تو کوئی "دینی اصطلاح" بھی نہیں ہے۔

پہلے ایک اصولی نقطہ: کوئی بھی اصطلاح تین قسم کی معنوں میں سے ایک کی حامل ہو سکتی ہے: لُغوی، اصطلاحی یا شرعی۔ شرعی سے مراد یہاں اسلامی شریعت کی طرف نسبت ہے۔ لہٰذا شاید غامدی صاحب کا "دینی اصطلاح" کہنے کا مطلب تیسری قسم کے معنی سے ہے۔ صحیح طور پر اس کو شرعی اصطلاح کہا جاتا ہے-اسے اسلامی اصطلاح بھی کہا جاسکتا ہے۔

لغوی معنی لوگوں کی جانب سے آتے ہیں جو اصل میں ایک زبان کو پیدا کرتے ہیں جیسا کہ پرانے عرب یا یونانی۔ اصطلاحی معنی ان لوگوں کی جانب سے آتے ہیں جو کسی مخصوص شعبے سے وابستہ ہوتے ہیں جیسے فقہاء، محدثین یا طبیعات کے علماء وغیرہ مخصوص اصطلاحات روشناس کراتے ہیں۔ پھر یہ اصطلاحات انہیں شعبوں میں اپنے مخصوص معنوں میں ہی استعمال ہوتی ہیں جبکہ اسی وقت وہی اصطلاح کسی اور شعبے میں کسی اور معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر فقہ میں لفظ "سنت" کا مطلب مندوب اعمال ہے یعنی ایسے اعمال جن کا کرنا شارع کی طرف سے مطلوب ہے لیکن فرض نہیں، جبکہ حدیث کے شعبے میں اس کا مطلب رسول اللہ ﷺ کا عمل، قول یا اقرار ہوتا ہے۔

شرعی معنی صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہوتے ہیں کیونکہ یہ معنی شریعت بتاتی ہے جس کی بنیاد وحی ہے۔ غامدی صاحب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں لیکن حیرانگیز طور پر اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ قرآن اور سنت میں لفظ خلافت کو

لغوی معنی یعنی "جانشین" کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ درحقیقت یہ لفظ کئی احادیث میں محض "جانشینی" کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ ایک مخصوص معنی میں استعمال ہوا ہے جو کہ ایک خاص قسم کی جانشینی ہے جس سے عرب کے لوگ اسلام سے قبل آشنا نہ تھے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

«كانت بنو إسرائيل تسوسهم الأنبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وإنه لا نبي بعدي، وستكون خلفاء فتكثر» ، قالوا: فما تأمرنا؟ قال: «فوا ببيعة الأول، فالأول، وأعطوهم حقهم، فإن الله سائلهم عما استرعاهم»

"بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کوئی نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لے لیتا، جبکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے البتہ بڑی کثرت سے خلفاء ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ ﷺ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک کے بعد دوسرے کی بیعت کو پورا کرنا اور انہیں ان کا حق ادا کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا۔" (مسلم، 1842)۔

یہاں رسول اللہ ﷺ خصوصاً ان لوگوں کا ذکر فرمارہے ہیں جو مسلمانوں پر حکمرانی میں خلفاء (خلیفہ کی جمع) کی حیثیت سے ان کے جانشین ہوں گے۔ یہاں پر کسی عام جانشینی کا ذکر نہیں ہو رہا بلکہ ان جانشینوں کا ذکر ہو رہا ہے جو ایک خاص طریقے یعنی بیعت کے ذریعے حکمران بنیں گے اور جو ایک خاص طریقے سے حکمرانی کریں گے یعنی اسلام کے مکمل اور جامع نفاذ کے ذریعے۔ یقیناً حکمران ہونے کی حیثیت میں ان کا تمام تر کردار شریعت کے قوانین اور اصولوں کے تابع ہوتا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس نے اُس وقت ایک نیا طرز حکمرانی دیا اور جس نے اُس تمام وقتوں کے لئے ایک منفرد طرز حکمرانی مقرر کیا۔ اگر رسول اللہ ﷺ کو محض حکمرانوں کے متعلق ہی بات کرنا ہوتی تو وہ لفظ "حکام"، جس کا واحد حاکم ہے، استعمال کرتے جو کہ عربی زبان میں حکمرانوں کے لئے سیدھا سادہ لفظ ہے۔

> شرعی معنی صرف اور صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی جانب سے ہوتے ہیں کیونکہ یہ معنی شریعت بتاتی ہے جس کی بنیاد وحی ہے۔ غامدی صاحب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں لیکن حیرانگیز طور پر اس بات کو قبول نہیں کرتے کہ قرآن اور سنت میں لفظ خلافت کو لغوی معنی یعنی "جانشین" کے علاوہ کسی اور معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر حکمرانی کے حوالے سے آنے والے ادوار کے ذکر میں خاص لفظ "خلافت" استعمال کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

«تكون النبوة فيكم ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة، فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء الله أن يرفعها، ثم تكون ملكا عاضا، فيكون ما شاء الله أن يكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون ملكا جبرية، فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج نبوة»

"تم میں نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے اور پھر اللہ اسے اٹھالیں گے۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت راشدہ ہوگی، پھر یہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے اور پھر اللہ اسے اٹھالیں گے۔ پھر وراثتی حکمرانی ہوگی، پھر یہ اس وقت تک رہے گی جب تک اللہ چاہیں گے اور پھر اللہ اسے بھی اٹھالیں گے۔ پھر جابرانہ حکمرانی کا دور ہوگا اور اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ چاہیں گے اور پھر اللہ اسے بھی اٹھالیں گے۔ اور پھر نبوت کے طریقے پر خلافت راشدہ ہوگی" (احمد، 18406)۔

یہاں پر یہ بات غور طلب ہے کہ تمام ادوار حکمرانی ہی کے ادوار ہیں چاہے وہ کسی ایک قسم کے ہوں یا دوسری قسم کے لیکن ان میں کچھ ادوار کو خصوصاً خلافت کہا گیا۔ لہٰذا خلافت محض کسی بھی قسم کی حکمرانی کی وضاحت کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کے ایک اپنے مخصوص نظام حکمرانی کی وضاحت کرتا ہے اور یہی وہ واحد طرز حکمرانی ہے جس کی اسلام نے اجازت دی ہے

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صرف اس طرز حکمرانی کا بیان کیا۔

لہٰذا لفظ "خلافت" اسلامی طرز حکمرانی کو بیان کرتا ہے جس کو یہ معنی شارع نے خود دیا ہے نا کہ کسی عالم یا فقیہ نے، تاہم یہ ایک شرعی یا اسلامی اصطلاح ہے۔

لیکن اگر پھر بھی غامدی صاحب کی دلائل کو قبول کرلیا جائے کہ خلافت محض مسلمانوں کی ایجاد کردہ ایک "پولیٹیکل سائنس اور سوشیالوجی کی اصطلاح ہے جیسے فقہ، کلام اور حدیث"، تو یہ سوال اٹھتا ہے کہ اس اصطلاح کو اسلامی حکومت کے لئے کیوں نہیں قبول اور استعمال کرلیتے، بالکل ویسے ہی جیسے آپ نے فقہ یا حدیث کی اصطلاح کو قبول بھی کیا اور اسے استعمال بھی کرتے ہیں؟ اس خلافت کی اصطلاح کے لئے ایک دوسرا طرز عمل کیوں اختیار کیا جائے؟ اور اس بات کی کیا ضرورت ہے کہ اس اصطلاح کو غیر دینی ثابت کیا جائے؟

جہاں تک اس شرعی حکم کی بات ہے کے صرف ایک ہی خلیفہ ہوسکتا ہے تو اس حوالے سے احادیث بالکل واضح ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إذا بويع لخليفتين، فاقتلوا الآخر منهما»

"جب دو خلفاء کے لئے بیعت لے لی جائے تو ان میں سے بعد والے کو قتل کردو" (مسلم، 1853)۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

«من أتاكم وأمركم جميع على رجل واحد، يريد أن يشق عصاكم، أو يفرق جماعتكم، فاقتلوه»

"اگر تمہارا کسی ایک آدمی پر اتفاق ہوجائے، اور کوئی آکر تمہاری صفوں میں رخنہ ڈالنا چاہے یا تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالے تو اسے قتل کردو" (مسلم، 1852)۔

غامدی صاحب اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں کہ پہلی حدیث سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے جبکہ یہ صحیح مسلم کی حدیث ہے جس کی ہر حدیث کو محدثین نے متفقہ طور پر "صحیح" قرار دیا ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر وہ ان احادیث کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ اتفاق یا وحدت برقرار رکھنے کا یہ حکم کسی ایک مسلم ریاست میں رہنے والے مسلمانوں سے متعلق ہے، یعنی کہ مسلمانوں کی ایک سے زیادہ ریاستیں ہوسکتی ہیں اور لازماً پھر ایک سے زیادہ حکمران بھی ہوسکتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ یہ احادیث عام ہیں اور ان میں غامدی صاحب کی بیان کی گئی تشریح کی کوئی تخصیص بیان نہیں کی گئی ۔ اس کے علاوہ اُس وقت جب یہ احادیث بیان کی گئیں تو مسلمانوں کی ایک سے زیادہ ریاستیں موجود ہی نہ تھیں کہ غامدی صاحب کی بیان کی گئی تشریح ممکن بھی ہوسکے۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنھم کے ذریعے آنے والے تمام وقتوں کے مسلمانوں سے خطاب فرما رہے تھے۔

اپنی تشریح کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ڈاکٹر غامدی اس حد تک چلے گئے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک قول میں تبدیلی تک کردی۔ فرمایا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ، "ریاست کا صرف ایک ہی حکمران ہوسکتا ہے"، جبکہ انہوں نے جس روایت کو بیہقی کی السنن الکبریٰ (نمبر 16550) سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ اس میں "ریاست" کا لفظ استعمال ہی نہیں کیا گیا بلکہ اس میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہیں کہ، "اس بات کی اجازت نہیں کہ مسلمانوں کے دو حکمران ہوں"، اور بالکل یہی ہمارا موقف ہے۔

اصولِ فقہ میں یہ بات ثابت شدہ ہے کہ "لام الجنس" عمومیت کی علامت ہے، اسی لئے مسلمانوں سے مراد تمام مسلمان ہیں نا کہ چند مسلمان۔ مسلمان بحیثیت مجموعی صرف ایک ہی حکمران تعینات کرنے کی مجاز ہیں جو ان کی رہنمائی کرے اور وہ حکمران خلیفہ ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو پھر تفرقہ، تقسیم اور اختلاف لازم ہے جس کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ مسلمانوں کی موجودہ صورتحال ہی اس کا بیان کرنے کے لئے کافی ہے۔

غامدی صاحب اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایک سے زیادہ حکمران بہت زیادہ نا اتفاقی اور تفرقے کا باعث ہوگی۔ لیکن حیرت ہے کہ انہیں مسلمانوں کے پچاس سے زائد غیر مؤثر ممالک میں تقسیم ہونے سے کوئی انکار نہیں ہے۔

بقیہ صفحہ 13 پر

" حزب التحریر کے امیر، ممتاز عالم دین: عطاء بن خلیل ابو الرَشتہ حفظہ اللہ کا منگل 3 مارچ 2015ء کو استنبول میں منعقد ہونے والی خلافت کانفرنس سے افتتاحی خطاب

موضوع: صدارتی جمہوری ماڈل یا خلافتِ راشدہ

" تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، درود و سلام ہو اللہ کے رسول ﷺ پر اور آپ کی آل اور صحابہ رضی اللہ عنھم اور آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنے والوں پر؛

محترم حاضرین! اللہ آپ کو اپنی اطاعت کا شرف بخشے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ "اللہ تم میں سے ان لوگوں سے وعدہ فرما چکا ہے جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک اعمال کیے کہ اللہ ان کو موجودہ حکمرانوں کی جگہ حکمرانی عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو خلافت سے نواز چکا ہے" (النور:55)، اور آپ ﷺ نے فرمایا: «... ثُمَّ تَكُونُ جَبْرِيَّةً، فَتَكُونُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ تَكُونَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا إِذَا شَاءَ أَنْ يَرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُونُ خِلَافَةٌ عَلَى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ» "پھر جابرانہ حکمرانی کا دور ہو گا جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ اسے اٹھا لے گا جب اس کو اٹھانا چاہے گا، اس کے بعد پھر نبوت کے نقش قدم پر خلافت ہو گی" (اس حدیث کو امام احمدؒ بن حنبل اور طیالسی نے روایت کیا ہے)۔

میں چاہتا ہوں کہ اپنی بات کی ابتدا حکمرانی و اقتدار کے متعلق اللہ کے وعدے اور رسول اللہ ﷺ کی بشارت سے کروں کہ یہ جابرانہ دور کہ جس میں ہم رہ رہے ہیں اس کے بعد اللہ کے اذن سے دوبارہ خلافت قائم ہو گی۔ میں ابتدا امید سے کرتا ہوں، اس المناک صورت حال کا ذکر کرنے سے قبل جس سے امت مسلمہ نوے سال سے زیادہ عرصے سے دوچار ہے۔ 28 رجب 1342 ہجری بمطابق مارچ 1924ء کو استعماری کفار، برطانیہ کی قیادت میں، اپنے عرب اور ترک ایجنٹوں کے ذریعے خلافت کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ فیصلہ پیر تین مارچ 1924ء کو انقرہ کی پارلیمنٹ کے دوسرے اجلاس میں صادر کیا گیا۔ یہ اجلاس دوپہر 3:25 pm سے 6:45 pm تک جاری رہا اور خلافت کو ختم کرنے کے ہلاکت خیز فیصلے پر ختم ہوا... حیران کن بات یہ تھی کہ اس فیصلے کے لیے ووٹنگ خفیہ بیلٹ پیپر کے ذریعے نہیں بلکہ ہاتھ اٹھانے کے ذریعے ہوئی! ممبرانِ پارلیمنٹ کو خوف و ہراس کی فضاء میں ہاتھ اٹھانے پر مجبور کیا گیا تاکہ اس خطرناک کام میں ہاتھ اٹھانے والے اور نہ اٹھانے والے واضح ہو جائیں! اس سیاہ دن سے لے کر آج تک امت مسلمہ اپنی زندگی اور اقوامِ عالم کے درمیان اپنے مقام کے حوالے سے بحرانوں سے دوچار ہے۔

مسلمان جو ایک امت اور ایک ریاستِ خلافت تھے اب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر پچاس سے زیادہ ریاستوں میں تقسیم ہو گئے... پہلے ہمارا دستور وہ احکامات تھے جو انسانوں کے رب نے نازل کیا تھا اب ہم انسانوں ہی کے بنائے ہوئے دستور کے غلام بن گئے۔ پہلے مسلمان فتوحات پر فتوحات کر کے دنیا کے طول و عرض میں خیر کو پھیلاتے تھے اور دنیا کی قیادت ان کے ہاتھ میں تھی، اب مسلمانوں کے علاقوں کو ہر کونے سے بلکہ درمیان سے بھی کاٹا گیا! وہ یہود جن پر ذلت اور بربادی لکھ دی گئی تھی انہوں نے اسراء اور معراج کی سرزمین، فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ مسلم دنیا کے حکمرانوں نے یہودی ریاست کو تسلیم کر لیا اور اس کے ساتھ سفارتی تعلقات بھی قائم کر لیے۔ جب ایک مظلوم عورت نے فریاد کی اور 'ہائے معتصم' کی دُہائی بلند کی تو خلیفہ معتصم خود فوج کی قیادت کرتا ہوا اس کی مدد کو پہنچا! اس عورت کے انتقام میں عموریہ کو فتح کیا گیا جو کہ آج انقرہ کے قریب واقع ہے۔ لیکن خلافت کے خاتمے کے بعد آج روئے زمین پر مسلم عورت پر ظلم و ستم اور اس کی عزت کی پامالی معمول بن گئی ہے اور اسلامی سرزمین کا کوئی حکمران اُن کی مدد کے لیے نہیں اٹھتا۔ ماضی میں دنیا کی ریاستیں ہمارے سامنے جھولی پھیلاتی تھیں جیسا کہ فرانس نے اپنے قیدی بادشاہ کو چھڑانے کے لیے خلیفہ سلیمان القانونی سے مدد طلب کی، جبکہ خلافت کے خاتمے کے بعد ہم اپنے مسائل کو حل کرانے کے لیے استعماری کفار کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگے ہیں...

محترم بھائیو اور بہنو! اس طرح مسلمان مصائب اور فتنوں کے نرغے میں آ گئے۔ مسلمانوں کے آگے اور پیچھے ہر طرف قتل و غارت ہی دکھائی دیتی ہے اور وہ حیران و پریشان ہیں! یہ صورتِ حال مسلمانوں کی تعداد یا وسائل کی کمی کی وجہ سے نہیں بلکہ اس لیے کہ اُن کی ڈھال ان سے چھن گئی ہے۔ خلیفہ ڈھال کی مانند ہوتا ہے جس کے ذریعے حفاظت ہوتی ہے اور خلیفہ کی قیادت میں ہی لڑا جاتا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «...إِنَّمَا الإِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَرَائِهِ وَيُتَّقَى بِهِ...» "بے شک خلیفہ ڈھال ہے جس کی قیادت میں لڑا جاتا ہے اور جس کے ذریعے بچاؤ ہوتا ہے" (بخاری)۔

اس ڈھال اور آڑ کے زائل ہونے کے بعد مسلمان بے یار ومددگار ہو گئے ہیں بلکہ اُن پر ایسے حکمران مسلط ہو گئے جو اللہ سے نہیں ڈرتے اور اُن کا کام اپنے استعماری آقاؤں کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے اور لوگوں پر ظلم و جبر کرنا ہے۔﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ﴾ "ظلم کرنے والے عنقریب جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں" (الشعراء:227)۔

معزز بھائیو اور بہنو! خلافت مسلمانوں کی عزت کا سرچشمہ اور قوت کی علامت ہے اور یہ بات استعماری کفار کے سرغنہ بھی جانتے ہیں۔ لارڈ کرزن نے خلافت کے انہدام کے بعد برطانوی House of Commons سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ "معاملہ یہ ہے کہ ترکی کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور وہ اب کبھی دوبارہ اُٹھ نہیں سکے گا کیونکہ ہم نے اس کی معنوی قوت تباہ کر دی ہے: یعنی خلافت اور اسلام"۔ کفار خلافت کی حقیقت سے واقف ہیں اس لیے انہوں نے خلافت کو ختم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اس کی دوبارہ واپسی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور انہوں نے اس کے لیے کام کرنے والوں کے خلاف وحشیانہ جنگ برپا کر رکھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ساٹھ سال پہلے حزب التحریر قائم ہوئی اور اس نے خلافت کے مسئلے کو اس انداز سے اختیار کیا کہ یہ امت کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے تو یہ غضب ناک ہو گئے۔ پس استعماری کفار اور اس کے ایجنٹوں نے شر انگیزی کا ہر دستیاب اسلوب اختیار کیا، انہوں نے حزب پر بہتان باندھے، حزب کے شباب کو گرفتار کیا، انہیں تشدد کا نشانہ بنایا، حتی کہ انہیں شہید کیا گیا اور طویل مدت تک قید و بند میں ڈالا گیا... لیکن یہ حربے ہر لحاظ سے ناکام ثابت ہوئے اور حزب اسی طرح میدان میں موجود رہی اور اس نے اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر نہ جھکایا۔ بالآخر استعماری کفار نے بعض ایسی اسلامی تحریکوں کے جرائم سے فائدہ اٹھایا جنہوں نے غیر شرعی طریقے سے خلافت کا اعلان کیا ہے اور وہ ذبح کرنے، جلانے، تخریب کاری اور تباہی و بربادی جیسے غیر اسلامی اعمال سرانجام دے رہے ہیں... استعماری کفار نے ان تحریکوں کے جرائم سے فائدہ اٹھایا، ان پر توجہ مرکوز کی اور ان کے جرائم کو میڈیا پر خوب اچھالا۔ تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں خوف پیدا کریں کہ جو لوگ خلافت چاہتے ہیں وہ در اصل قتل و غارت گری چاہتے ہیں، اور یوں لوگ حقیقی خلافت سے بھی بیزار ہو جائیں۔ لیکن اللہ کے اذن سے استعماری کفار اپنے سابقہ

کفار خلافت کی حقیقت سے واقف ہیں اس لیے انہوں نے خلافت کو ختم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ اس کی دوبارہ واپسی کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی سر توڑ کوشش کر رہے ہیں اور انہوں نے اس کے لیے کام کرنے والوں کے خلاف وحشیانہ جنگ برپا کر رکھی ہے

ہتھکنڈوں میں بھی ناکام ہوئے تھے اور اس بار بھی نامراد ہوں گے۔ لوگوں کو شرعی خلافت کے بارے میں معلوم ہے اور وہ حقیقی اور مصنوعی خلافت میں فرق کر سکتے ہیں۔ خلافت حق ہے کوئی غیر معلوم اجنبی چیز نہیں... یہ وہ منفرد نظام ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے نافذ کر کے مسلمانوں کے لیے بیان کیا اور جس پر آپ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین چلے۔ خلافت بادشاہت یا استعماری نظام نہیں، نہ ہی یہ صدارتی یا پارلیمانی جمہوریت کی مانند ہے، اور نہ ہی یہ آمریت یا جمہوریت ہے، کہ جن میں اللہ کی جگہ انسان قوانین بناتے ہیں اور نہ ہی خلافت خود ساختہ نظاموں کی کوئی اور قسم ہے۔ یہ عدل کی خلافت ہے، اس کے حکمران خلفاء امام ہوتے ہیں جن کے ذریعے حفاظت ہوتی ہے اور جن کی قیادت میں جہاد کیا جاتا ہے۔ خلافت اپنے شہریوں کے خون کی حفاظت کرتی ہے اور ان کی عزتوں کی رکھوالی کرتی ہے، وہ اموال کا تحفظ کرتی ہے، غیر مسلم شہریوں (اہلِ ذمہ) کے ساتھ امن و تحفظ کے معاہدے کو پورا کرتی ہے۔ وہ رضامندی اور اختیار سے بیعت لیتی ہے زبردستی اور جبر سے نہیں، لوگ ہجرت کر کے اس کے سائے میں تحفظ حاصل کرتے ہیں، اس سے متنفر ہو کر بھاگتے نہیں ہیں۔

اے حاضرین، اے بصارت اور بصیرت والو، اے عقل کے حامل بھائیو اور بہنو! اے مسلمانوں کی ڈھال اور پناہ گاہ، خلافت، کے نہ ہونے کی وجہ سے درد محسوس کرنے والے لوگو! اس گناہِ عظیم کو اپنی گردنوں سے اتار دو، خلافتِ راشدہ کے قیام کے ذریعے دنیا پر اسلامی زندگی کی واپسی کے لیے کام کرو۔ اس فرض کی ادائیگی کے لیے کام نہ کرنا گناہِ عظیم ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «... وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً» "جو کوئی بھی اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں خلیفہ کی بیعت نہیں تو وہ جاہلیت کی موت مرا" (مسلم)؛ یعنی شرعی طریقے سے مقرر ہونے والے خلیفہ کی بیعت۔ اس لیے مرد و عورت، عوام اور خواص سب اخلاص اور سچائی سے خلافت کے قیام کے لیے کام کریں، بے شک یہ عظیم کامیابی کا موجب ہے۔

آخر میں میں آپ کو یاد دہانی کرواتا ہوں اور اطمینان دلاتا ہوں: یاد دہانی اس بات کی کرواتا ہوں کہ یہ شہر جہاں آپ کی یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے یہی شہر قسطنطنیہ میں سے سب سے پہلے فتح ہوا تھا، پھر یہیں سے افواج قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لیے نکلتی تھیں جنہیں

خلیفہ ایشیاء سے روانہ کرتا تھا۔ اس شہر میں ان افواج کے فوجی کیمپ ہوتے تھے اور وہ اس کی بندر گاہ سے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کے لیے یورپ کی سمت نکلتی تھیں اور اس کا محاصرہ کرتی تھیں۔ ایسا کئی بار ہوا یہاں تک کہ اللہ نے سلطان محمد الفاتح کو یہ شرفِ عظیم بخشا اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان سلطان محمد الفاتح کے حق میں پورا ہوا، جب آپ ﷺ نے فرمایا تھا: «لَتُفْتَحَنَّ الْقُسْطَنْطِينِيَّةُ، فَلَنِعْمَ الأَمِيرُ أَمِيرُهَا، وَلَنِعْمَ الْجَيْشُ ذَلِكَ الْجَيْشُ» "قسطنطنیہ کو ضرور فتح کیا جائے گا، کیا ہی اچھا امیر اُس فوج کا امیر ہو گا اور کیا ہی اچھی وہ فوج ہو گی" اس کو احمدؒ نے روایت کیا ہے۔

اور میں آپ کو اس بات کا اطمینان دلاتا ہوں کہ حزب التحریر میں موجود آپ کے بھائی حق پر ثابت قدم ہیں، اور خلافتِ راشدہ کی واپسی کے بارے میں اللہ کے وعدے اور اس کے رسول ﷺ کی بشارت کو پانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا رہے ہیں۔ وہ اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے، اور رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اذن سے آپ کے بھائی اس راستے پر منزل مقصود کے قریب پہنچ چکے ہیں، عنقریب آپ سب عقاب (رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا) کے سائے میں اکٹھے ہو جائیں گے، زمین خلافت سے چمک اٹھے گی، دار الاسلام امن و امان کا گہوارہ ہو گا اور عدل سے بھر جائے گا ﴿وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ * بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ﴾ "اس دن مومن خوش ہوں گے اللہ کی مدد سے، وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے، وہی غالب اور مہربان ہے" (الروم:5،4)

بات ختم کرنے سے پہلے میں آپ کی کانفرنس کی کامیابی کے لیے دعا گو ہوں، اللہ اس میں برکت ڈالے، اللہ کا نام لے کر شروع کریں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ اس کانفرنس کو بار آور بنائے، جس سے مسلمانوں اور اسلام کو عزت اور استعماری کفار کو ذلت ملے۔ ﴿وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ "اور اللہ ہی اپنے فیصلے میں غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے" (یوسف:21)۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امیر حزب التحریر - شیخ عطاء بن خلیل ابو رشتہ

بقیہ صفحہ 10 سے

حقیقت یہ ہے کہ "جدیدیت" اور "اصلاح" پسندی کے پردے کے پیچھے سے پیش کیے جانے والے یہ انتہائی کمزور فکری دلائل موجودہ وقت کی سیکولر لبرل طاقت کی مرہون منت ہے۔ یہ جدیدیت اور اصلاح پسندی اسلامی شریعت کو سیکولر لبرل فکر اور موجودہ عالمی آرڈر کے چشمے سے دیکھنے کا نام ہے۔ اس فکر کے حامل افراد اسلام کو موجودہ دور کی حقیقت کو سامنے رکھ کر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اسلام کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو حقیقت سے جداگانہ طریقے سے سمجھ کر پھر اس کا اطلاق موجودہ حقیقت پر کیا جاتا ہے۔ اس طرز فکر کا نتیجہ ہے کہ یہ حضرات اُن نتائج پر پہنچتے ہیں کہ جن کو اختیار کرنے سے مقامی یا بین الاقوامی صورتحال میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی بلکہ سٹیٹس کو برقرار رہتا ہے۔

خلافت کا تصور عالمی صورتحال اور اس کے جابرانہ ڈھانچے کو مکمل طور پر چیلنج کرتا ہے۔ یہ دنیا کے مسلمانوں کو یکجا کرنے اور ایک بار پھر اسلام کو دنیا کی امامت کے مقام پر فائز کرنے کی بات کرتا ہے جبکہ غامدی اور ان جیسے دیگر افراد اس کی مخالف سوچ رکھتے ہیں یعنی وہ اسلام کو استعمال کرتے ہوئے سٹیٹس کو کو برقرار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے اس عمل میں پوری طرح سے مسلسل ناکام ہیں کیونکہ امت جدید سیکولر ماڈل کی حقیقت کو جان چکی ہے جو کہ ایک ایسا نظام ہے جہاں اقلیتی اشرافیہ جمہور عوام کا استحصال کرتی ہے اور امت جانتی ہے کہ خلافت اس کے بالکل الٹ چیز ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ یہ ایک فرض الٰہی ہے اور ظلم سے نجات حاصل کرنے کا طریقہ ہے، نا صرف مسلمانوں کے لئے بلکہ پوری انسانیت کے لئے ہے۔

عمر علی

مسلم سیاسی کارکن، لکھاری اور عربی اور اسلام کا طالب علم

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ

"اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں"

تحریر: ڈاکٹر افتخار

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بدأ الإسلام غريباً وسيعود غريباً كما بدأ فطوبى للغرباء قالوا يا رسول الله ومن الغرباء؟ قال الذين يصلحون عند فساد الناس» "اسلام کی ابتداء اجنبی تھی اور یہ دوبارہ اجنبی ہو جائے گا جیسا کہ یہ اپنی شروعات میں تھا پس اجنبیوں کے لئے خوشی ہے ۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ اجنبی کون ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت لوگوں کی اصلاح کریں گے جب ان میں خرابی پھیل جائے گی"(طبرانی)۔ اور فرمایا: ((إن الدين بدأ غريباً ويرجع غريباً، فطوبى للغرباء الذين يصلحون ما أفسد الناس من بعدي من سنتي)) "بے شک دین ایک اجنبی کی طرح شروع ہوا اور یہ پھر اجنبی ہو جائے گا، پس ان اجنبیوں کے لئے خوشی ہے جو میرے بعد میری سنت کی اصلاح کریں گے جسے لوگوں نے بگاڑ دیا ہو گا"۔ بے شک آج اگر ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑائیں تو یہ دور وہی دور ہے جس کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی اِن احادیث میں کیا ہے۔ دین اجنبی ہو چکا ہے،فساد اور خرابی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے، نبی کریم ﷺ کی سنت کو بگاڑا جا چکا ہے اوراسلام کو مساجد تک محدود کر دیا گیا ہے، بلکہ کئی جگہ مساجد کے منبروں سے بھی اسلام کی صحیح تصویر پیش نہیں کی جارہی ہے۔ دوسری طرف مسلم دنیا کے حکمرانوں نے استعماری کفار کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف ایک جنگ برپا کر رکھی ہے۔ پچھلی کئی دہائی سے جاری اس جنگ کی تازہ کڑی یہ ہے کہ پہلے جہاد کے تصور کو بدنام کیا گیااور اب خلافت کے تصور کو داغ دار کیا جارہا ہے۔

لیکن الحمد اللہ مسلم معاشروں سے اسلام کو مٹائے جانے کے احساس نے آج امت کو دوبارہ متحرک کر دیا ہے۔ مسلمان اس کوشش میں ہیں کہ آج پھر سے اسلام کو زندہ کیا جائے، اسلام کے افکار پر صدیوں سے جمی ہوئی گرد کو صاف کیا جائے، اسلام کا درخت دوبارہ ہرا بھرا ہو، یہ امت دوبارہ بہترین امت بن کر ابھرے اور اس دین کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے۔ تاہم یہ کام آسان نہیں ہے۔ اس رستے میں مشکلات ہیں، آزمائشیں ہیں۔اسلام کی وہ ریاست کہ جس کو تباہ کرنے کے لیے کفار نے جنگیں لڑیں ، صدیوں تک سر جوڑ کر سازشیں کیں،وہ اس ریاست کے دوبارہ ابھرنے کو ٹھنڈے پیٹ کیسے برداشت کر سکتے ہیں۔ آج جو بھی اس کام کو کرنے کے لیے اٹھ رہا ہے کفار مسلم دنیا میں موجود اپنے ایجنٹ حکمرانوں کے ذریعے انہیں مسلم معاشروں سے کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں اور مجرم بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ پس آج جو بھی اسلام کو دوبارہ نظام اور ریاست کے طور پر واپس لانے کے لیے کام کرے گا اسے اجنبی بننا پڑے گا۔

آج ایک حامل دعوت کو اس صورتِ حال کے لیے بھی تیار ہونا ہو گا کہ اسے ماحول کے دھارے کے خلاف چلنا ہے۔ کیونکہ وہ چیزیں جو اللہ کی نظر میں اہم نہیں، انہیں اہم بلکہ زندگی کا مرکز و محور بنا دیا گیا ہے، اور وہ امور جو کہ مسلمانوں کے زندگی اور موت کا مسئلہ ہیں، بے وقعت کیے جا چکے ہیں۔ یہ اس سرمایہ دارانہ نظام کا اثر ہے جو پچھلی کئی دہائیوں سے مسلم دنیا پر نافذ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حامل دعوت کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب اس کے تمام دوست اپنے مستقبل کو سنوارنے (کیریر) کی لگن میں جتے ہوتے ہیں، تو وہ ان لوگوں پر اپنا وقت خرچ کر رہا ہوتا ہے، جن سے اس کی کوئی رشتے داری نہیں، کوئی دنیاوی غرض نہیں، کوئی دوستی نہیں ۔اس کے گھر والے، رشتے دار، عزیز و اقارب اسے دوسروں کی مثالیں دیتے ہیں کہ کامیاب زندگی اسے کہتے ہیں، دیکھو فلاں شخص نے کتنی تیزی سے دنیا میں ترقی کی ہے، اپنی زندگی کو مستحکم (settle) کیا ہے ،اب اس کا اپنا گھر ہے، نئی گاڑی ہے، اس نے اپنے والدین کے لیے کتنی آسائشوں اور ان کے حج و عمرے کا بندوبست کیا ہے۔ اس کے دوست اس سے کہتے ہیں کہ تم کن کاموں میں پڑ گئے ہو، اپنی اور اپنے بال بچوں کی فکر کرو، اپنے مستقبل کی فکر کرو۔ جب ایک حاملِ دعوت یہ باتیں سنتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کے احکام، اسلام کے تقاضے، رسول اللہ ﷺ کی سنت، صحابہ کے طریقے، سیرتِ نبوی، یہ سب اجنبی ہو چکے ہے۔ ایک حاملِ دعوت کو یہ اجنبیت دعوت کے کسی نہ کسی موڑ پر ضرور محسوس ہوتی ہے۔ایک حاملِ دعوت اس اجنبی ماحول میں استقامت کی راہ سے ڈگمگانے سے اسی صورت محفوظ رہ سکتا ہے جب وہ انبیاء اور صحابہ کے واقعات پر غور و فکر کرتا رہے اور اپنے آپ کو یاددہانی

کراتا رہے کہ کس طرح ان ہستیوں نے دین کے مقابلے میں دنیاوی آسائشوں کو بے وقعت سمجھا، دین و دنیا کی تجارت میں دین کا انتخاب کیا، کس طرح مجاہدینِ اسلام نے اسلام کی سربلندی کو اپنی زندگیوں کا نصب العین بنایا۔ اور یہی وہ اجنبیت ہے کہ جس کے بدلے میں اجر ہے، وہ اجر نہیں جو کہ اصحاب الیمین کو ملے گا بلکہ ویسا اجر جو کہ السابقون الاولون کو ملے گا، ان لوگوں کو ملے گا جو قیامت کے دن اللہ کے مقرب ہوں گے، نور کے منبروں پر بیٹھے گے، انہیں رحمٰن کے قدموں میں جگہ دی جائے گی۔ یہ اجر ان لوگوں کو ملے گا کہ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "(لا خوف علیھم ولاھم یخزنون)"انہیں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمزدہ ہوں گے"(یونس:62)۔

بے شک جو لوگ اپنی دنیا میں مگن ہیں یا پھر اس انتظار میں ہیں کہ جب دین کو فتح حاصل ہو جائے گی اور خلافت قائم ہو جائے گی تو وہ بھی ساتھ شامل ہو جائیں گے، وہ ان لوگوں کے برابر نہیں ہیں جو آج کفر کی موجوں کے تھپیڑے برداشت کر رہے ہیں، ایجنٹ حکمرانوں کے قید خانوں کا سامنا کر رہے ہیں، ان کے غنڈوں کے شر سے نبٹ رہے ہیں، ان کے بنائے ہوئے کالے قوانین سے ٹکرا رہے ہیں، اور خلافت کے قیام کی جدوجہد میں اپنے بیوی بچوں کی قربانی دے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں بھی یہی صورتِ حال تھی، جب باقی عالمِ عرب رسول اللہ ﷺ اور ان کے مختصر گروہ اور مشرکین مکہ کی کشمکش کو دیکھ رہا تھا۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے: " تمام عرب اپنے اسلام کے لیے فتحِ مکہ کا منتظر تھا۔ وہ کہتے تھے کہ محمد کو اپنی قوم سے نبٹ لینے دو۔ اگر وہ غالب آ گئے تو وہ سچے پیغمبر ہیں۔ پس جب مکہ فتح ہو گیا تو ہر قبیلے کے لوگ تیزی سے اسلام کی طرف لپکے"۔ لیکن جب مکہ فتح ہو گیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اعلان فرمادیا: (لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا)"تم میں سے جن لوگوں نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور قتال کیا وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں۔ ان کا درجہ ان لوگوں سے کہیں بڑھ کر ہے جنہوں نے بعد میں اموال خرچ کیے اور قتال کیا" (الحدید:10)۔ انشاء اللہ ایسے ہی درجات ان لوگوں کے منتظر ہیں جنہوں نے آج اجنبیت کی زندگی کو دنیاوی آسائشوں پر ترجیح دی ہے۔

لیکن ان درجات کے کچھ لوازمات ہیں جن کے بغیر وہ اجر حاصل نہیں ہو سکتا کہ جو اس دعوت کے ساتھ منسلک ہے۔ ان درجات کو حاصل کرنے کے لیے اس دعوت کے لیے ویسی ہی سرگرمی دکھانا ہوگی جو کہ ان لوگوں نے دکھائی جنہوں نے پہلی مرتبہ اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا، اتنا ہی سنجیدہ اور یکسو ہونا ہو گا جیسا کہ صحابہ کرامؓ تھے، ویسی ہی عادات اپنانا ہوں گی جیسا کہ صحابہؓ کی تھیں۔ کیونکہ یہی وہ گروہ ہے کہ جن کے ایمان، ایثار اور صبر واستقامت کی اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تصدیق کی ہے اور ان کے متعلق کہا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اور ان کے متعلق گواہی دی ہے: وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ "اور جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی، اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جنہوں (نے مہاجرین کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مومن ہیں۔ ان کے لیے بخشش ہے اور عزت کا رزق ہے" (سورة الانفال:75)۔

ایک حاملِ دعوت جب اس حدیث کو پڑھتا ہے :ثم تكون خلافةعلى منهاج النبوة "پھر نبوت کے نقشِ قدم پر خلافت قائم ہو گی" تو اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے دی گئی بشارت پر خوشی ہوتی ہے اور دل میں ایک اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ تاہم اسے اس حدیث پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ حدیث جس طرح ہمیں بتاتی ہے کہ خلافت نے دوبارہ قائم ہونا ہے اس کے ساتھ ساتھ اس چیز کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہے کہ یہ خلافت نبوت کے نقشِ قدم پر ہو گی۔ یعنی اس گروہ میں وہ خصوصیات ہوں گی جو اس پہلے گروہ میں تھیں کہ جس نے پہلی اسلامی ریاست کو قائم کیا تھا۔ تو پھر ہم پر لازم ہے کہ ہم ان لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مل کر اس اسلامی ریاست کو پہلی مرتبہ قائم کیا تھا، کہ نئی قائم ہونے والی خلافت اسی کا عکس اور اس کے نقشِ قدم پر قائم ہو گی۔ ہم ان صحابہ کی زندگیوں کا جائزہ لیں کہ انہوں نے دین کی دعوت کو کیا اہمیت دی تھی، ان کی صفات کیا تھیں۔ یاددہانی کے طور پر کچھ واقعات کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے کہ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ "یاد دہانی مومنین کو فائدہ دیتی ہے" (الذریت:55)۔

عمرو بن جموحؓ انصاری صحابی تھے، رسول اللہ ﷺ نے انہیں جد بن قیس کی جگہ پر بنو سلمہ قبیلے کا سردار بنایا تھا۔ وہ ایک پاؤں سے معذور تھے جس کی وجہ سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت کی اجازت طلب کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ معذور ہیں لہٰذا آپ کے لیے اللہ کی طرف سے رخصت ہے۔ چنانچہ وہ بدر کی جنگ میں شرکت نہ کر

سکے۔ ان کے چار بیٹے تھے جو کہ بدر میں شریک ہوئے۔ معاذؓ جنہوں نے بدر کی جنگ میں ابو جہل کو اپنا ہدف بنایا تھا اور ابو جہل کی ٹانگ کاٹی تھی عمرو بن جموحؓ ہی کے بیٹے تھے۔ جب اُحُد کا موقع آیا تو عمرو بن جموح نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میں بھی تمہارے ساتھ جہاد میں شرکت کروں گا۔ بیٹوں نے کہا کہ آپ معذور ہیں ، اللہ کی طرف سے آپ کے لیے رخصت ہے۔ لیکن وہ نہ مانے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے مجھے آپ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں۔ اور کہا: اللہ کی قسم میں اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اسی معذور ٹانگ کے ساتھ میں جنت کی زمین پر سیر کروں گا۔ آپ کے اصرار پر آپ ﷺ نے بیٹوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: کیا حرج ہے اگر تم انہیں نہ روکو، شائد اللہ تعالیٰ ان کو شہادت نصیب فرمائے ، چنانچہ وہ جہاد کے لئے نکلے۔ چونکہ ٹانگ سے معذور تھے ، جو کہ لڑائی ، حملے اور بچاؤ میں رکاوٹ تھی، چنانچہ جلد ہی شہید ہو گئے۔ اسی غزوہ میں ان کے بیٹے خلاد بن عمرو بن جموح بھی شہید ہوئے ۔جنگ کے بعد عمرو بن جموح کی بیوی ہندہ بنت عمرو بن حرام نے اپنے بیٹے اور شوہر کو ایک اونٹ پر ڈال کر مدینہ واپس لے جانے کا ارادہ کیا، تاکہ انہیں وہاں دفن کریں۔ مگر جب وہ مدینہ کا ارادہ کرتیں تو اونٹ بیٹھ جاتا اور جب احد کا رخ کرتی تو تیز چلنے لگتا ہے۔ انہوں نے آ کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمرو بن جموح نے مدینہ سے چلتے وقت کچھ کہا تھا۔ ہندہ نے کہا ہاں انہوں نے دعا مانگی تھی:اللّٰھم لا تُعِد نی الی اھلی"اے اللہ مجھے گھر والوں کی طرف واپس نہ بھیجنا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسی وجہ سے اونٹ نہیں چلتا۔ اور فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، تم میں بعض ایسے بھی ہیں اگر اللہ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ان کی قسم کو ضرور پورا کرے ان میں سے عمرو بن جموح بھی ہیں۔

سبحان اللہ یہ تھے رسول اللہ ﷺ کے صحابی کہ جن کی معذوری انہیں جہاد پر جانے سے نہیں روک سکی، انہوں نے اس معذوری کو بہانہ نہیں بنایا، چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن جموح کو عبد اللہ بن عمرو بن حرام کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کیا اور فرمایا: عمرو بن جموح اور عبد اللہ بن عمرو کو ایک ہی قبر میں دفن کر دو، یہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے محبت کیا کرتے تھے۔ اُس وقت صورتِ حال یہ تھی کہ شہداء کو دفن کرنے کیلئے کفن مّیسر نہ تھے، اس لئے عبد اللہ بن عمروؓ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا جس میں چہرہ تو چھپ گیا لیکن پاؤں کھلے رہے جن پر گھاس ڈالی گئی ۔ یہ قبر نشیب میں واقع تھی ۔اتفاق سے چالیس سال بعد معاویہؓ کے زمانے میں یہاں سیلاب آ گیا اور وہاں سے ایک نہر نکالنی پڑی۔ اُس موقع پر قبر کو عبد اللہ بن عمروؓ کے بیٹے جابر بن عبد اللہؓ کی موجودگی میں کھولا گیا تو دونوں کے اجسام بالکل صحیح وسالم اور ترو تازہ تھے۔ بلکہ ایک روایت یہ ہے کہ اُن کہ چہرے پر جو زخم تھا اُن کا ہاتھ اُس زخم پر رکھا ہوا تھا۔ لوگوں نے ہاتھ وہاں سے ہٹایا تو تازہ خون بہنے لگا پھر ہاتھ دوبارہ وہاں رکھا تو خون بند ہو گیا(طبقات ابن سعد، موطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب الدفن فی قبر واحد من ضرورۃ)۔

صحابہ کی خوبی یہ تھی کہ وہ دین کی راہ میں آگے بڑھتے تھے، اپنے آپ کو پیچھے نہیں رکھتے تھے اور اس کوشش میں مشکلات اور آزمائشوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ان کا ہر آنے والا دن اجر و ثواب کے لحاظ سے پچھلے دن سے بہتر ہو۔ بے شک آج بھی خلافت کے قیام کے ذریعے دین کے نفاذ کی جدوجہد محض معمول کا کام نہیں ہو گا، یہ صحابہ کی طرح دن اور رات کو ایک کرنے سے ہی ہو سکتا ہے، اس کے لیے حاملِ دعوت کو وہی تڑپ، لگن، اور شوق کو اپنے اندر اُجاگر کرنا ہو گا، جیسا ذوق اور شوق صحابہؓ کے اندر تھا۔ غزوہ تبوک میں ہمیں اس شوق اور جنون کی ایک اور مثال ملتی ہے۔ غزوہ تبوک غزوہ عسرت بھی کہلاتا ہے، کیونکہ اس میں جنگی سامان اور سواریوں کی کمی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ کے لیے تیاری کی ترغیب دی اور اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ سے کہا کہ وہ اس کے لیے اپنا مال خرچ کریں۔ صحابہ کرامؓ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ تبوک مدینہ منورہ سے بہت دور تھا۔ پیدل سفر دشوار تھا اس لئے سواریوں کا انتظام کیا گیا۔ چند تنگ دست صحابہؓ جن کی تعداد سات تھی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم جہاد میں شریک ہونا چاہتے ہیں مگر ہمارے پاس سواری نہیں۔ آپ ہمارے لیے سواری کا بندوبست فرما دیں۔ ان کی درخواست سن کر رسول للہ ﷺ نے فرمایا: لا اجد ما احملکم علیه"میرے پاس سواری نہیں کہ جس پر تم کو سوار کروں"۔ یہ سن کر ساتوں افراد رونے لگے اور غزوہ میں شرکت سے محرومی پر افسوس کرتے ہوئے چلے گئے۔ ان سات لوگوں میں سالم بن عمیر بھی تھے جو کہ اصحابِ صفہ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبۃ میں ان کے اخلاص اور رغبت کی گواہی ان الفاظ میں دی ہے:(وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ) " اور ان لوگوں

پر بھی کوئی گناہ نہیں کہ جب وہ آپ کے پاس آئے کہ آپ انہیں سواری دیں تو آپ نے کہا کہ میں تمہیں سوار کرنے کے لیے کچھ نہیں پاتا تو وہ اس حالت میں واپس ہوئے کہ ان آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ وہ خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں پا رہے ہیں"(التوبۃ:92)۔

اسی طرح کا واقعہ حضرت ابوذر غفاری کا بھی ہے۔ تبوک کے موقع پر سخت گرمی کا موسم تھا اور اس وقت کی سپر پاور روم سے لڑائی تھی۔ منافقین کی کوشش تھی کہ کسی طرح اس جنگ میں شریک نہ ہونے کا بہانہ تلاش کیا جائے۔ اللہ نے قرآن میں منافقین کی صورتِ حال کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:(وَقَالُوا لاَ تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ oفَلْيَضْحَكُوا قَلِيلاً وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ) "اور اُنہوں نے کہا کہ اس گرمی میں مت نکلو۔ کہہ دیجئے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے کاش کہ وہ سمجھ سکتے۔ پس انہیں چاہیے کہ بہت کم ہنسیں اور بہت زیادہ روئیں بدلے میں اس کے جو یہ کرتے ہیں"(التوبہ: 81-82)۔ اِنہی بہانہ بنانے والوں میں سے ایک بنی سلمہ قبیلے کے جد بن قیس سے اللہ کے رسول ﷺ نے پوچھا کہ" اے جد! کیا تم بنی اصفر سے لڑنا چاہو گے؟" تو اُسنے جواب دیا،"اے اللہ کے رسول(ﷺ)، آپ مجھے رہنے دیجئے، امتحان میں نہ ڈالئے میرے سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں عورتوں کے معاملے میں کچا ہوں، وہاں بنی اصفر کی رومی عورتیں دیکھوں گا تو خود کو روک نہ پاؤں گا"۔ آپ ﷺ نے اُس سے منہ پھیر لیا۔ اسی سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی:(وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلاَ تَفْتِنِّي أَلاَ فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ) "ان میں سے کوئی تو کہتا ہے مجھے اجازت دیجئے، مجھے فتنے میں نہ ڈالئے، آگاہ رہو وہ تو فتنے میں پڑ چکے ہیں اور یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے"(التوبہ: 49)۔ لیکن دوسری طرف ابوذر غفاری جیسے صحابہ کرام تھے۔ ان کا اونٹ کمزور تھا اور سفر کے دوران سست ہو گیا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس کو چلانے کی کافی کوشش کی مگر وہ نہ چلا۔ چنانچہ آپؓ نے اس پر سے ساز و سامان اتار کر اپنی پیٹھ پر لاد لیا اور سخت گرمی کے موسم میں پیدل لشکر کے پیچھے روانہ ہو گئے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔

صحابہ کی دوسری نمایاں صفت دنیا سے بے رغبتی تھی۔ ایک حاملِ دعوت جب لوگوں کے سامنے اس دعوت کو پیش کرتا ہے تو اسے کتنے ہی ایسے لوگ ملتے ہیں، جو کہ اس دین سے محبت کرتے ہیں، لیکن جو چیز ان کے لیے اسلامی ریاست کے قیام کے عظیم کام کا بیڑا اٹھانے میں رکاوٹ بن جاتی ہے وہ دنیا کی نعمتوں کے چھن جانے کا خوف اور مال کی محبت ہے، طرزِ زندگی کی فکر ہے، کاروبار میں کمی کا ڈر ہے۔ بے شک آج سرمایہ دارانہ نظام سے پھوٹنے والا مادہ پرستی کا عظیم فتنہ دنیا کو اپنی گرفت میں لیے ہوئے ہے۔

ابو بکرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ پینے کے لیے پانی مانگا تو لوگ شہد کا شربت لائے، آپؓ نے پیالے کو منہ سے لگایا اور پھر ہٹا کر رونے لگے۔ جو لوگ پاس بیٹھے ہوئے تھے وہ بھی رو پڑے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس چیز نے آپ کو رُلا دیا۔ آپ نے فرمایا: ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کسی آدمی کو دھکیل رہے ہیں، حالانکہ کوئی شخص آپ کے پاس نہ تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ ﷺ کس کو دھکیل رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا میرے سامنے مجسم ہو کر آئی تھی میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ وہ ہٹ گئی، پھر دوبارہ آئی اور کہا آپ مجھ سے بچ کر نکل جائیں تو نکل جائیں لیکن آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے نہیں بچ سکتے۔ ابو بکرؓ فرماتے ہیں مجھے یہی واقعہ یاد آگیا اور میرے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں یہ دنیا مجھے چمٹ نہ جائے۔ ابو بکر کس قدر فکر مند اور خبر دار تھے۔ کہ ایک نعمت کی فراوانی نے انہیں فکر مند کر دیا کہ کہیں دنیا ان سے چمٹ نہ جائے۔ اور آج ہم کتنی نعمتیں کھاتے ہیں، پہنتے ہیں، استعمال کرتے ہیں، لیکن کیا ہمیں یہ فکر دامن گیر ہوتی ہے؟!

یہاں یہ جاننا ضروری ہے کہ بے شک ایسا نہیں تھا کہ صحابہؓ اللہ کی نعمتوں کو استعمال نہیں کرتے تھے، اور اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے تھے۔ عشرہ مبشرۃ میں سے دو صحابی عثمانؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے پاس مال و دولت کی فراوانی تھی۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے پاس قطعہ اراضی تھے جن پر وہ کاشت کاری کیا کرتے تھے۔ اور بے شک یہ تصور درست نہیں کہ ہر کسی کے لیے اتنا ہی ہونا چاہئے کہ جتنا کہ بس اس کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کافی ہو، اور اسے آسائشوں کو حاصل نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اسلام میں ایسا ہو تا تو پھر اسلام میں وراثت کے احکامات موجود نہ ہوتے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ سے ڈرے دولت مندی کا اسے کوئی

مضائقہ نہیں (احمد)۔ مگر جس چیز سے ایک حاملِ دعوت کو خبردار رہنا ہے وہ یہ ہے کہ آج جب ایک ایمان دار شخص کے لیے جائز طریقوں سے زندگی گزارنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے، جبکہ دوسری طرف اس نظام نے حرام ذرائع سے دولت کے حصول کے دروازے کھول رکھے ہیں، اور حکمرانوں نے آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی پالیسیوں کو نافذ کر کے لوگوں کی زندگی کو اجیرن کر رکھا ہے، تو یہ صورتِ حال کہیں اسے گرفت میں نہ لے لے کہ اس کے بڑھتے ہوئے قدم سست پڑ جائیں، اور شیطان اس کی ترجیحات کو تبدیل کردے اور وہ دنیا کی طرف نہ جھک جائے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:((یهرم ابن ادم و یشب منه اثنان الحرص علی المال و الحرص علی العمر))"آدمی بوڑھا ہوتا جاتا ہے مگر دو چیزیں اس میں جوان ہی رہتی ہیں مال اور عمر کے لمبا ہونے کی حرص"(متفق علیہ)۔ پس اسے رسول اللہ ﷺ کے ان فرمودات کو اپنے سامنے رکھنا ہے:((ان لکل امة فتنة وفتنة امتی المال)) "بے شک ہر امت کا ایک مخصوص فتنہ ہوتا ہے اور میری امت کا فتنہ مال ہے"(ترمذی)۔ اور فرمایا: ((لا الفقر اخشی علیکم و لکن اخشی ان تبسط علیکم الدنیا فتنافسوها کما تنافسوها فتهلککم کما اهلکتهم))"مجھے تم پر فقر کا خوف نہیں لیکن اس بات کا خوف رکھتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کر دی جائے گی اور تم اس میں ایسے ہی رغبت کرو گے جیسے پہلوں نے کی اور وہ تمہیں ایسے ہی ہلاک کرے گی جیسے پہلوں کو کیا"(بخاری)۔ اور فرمایا:((ان اخوف ما اتخوف علی امتی الهوی وطول الامل فاما الهویٰ فیصد عن الحق واما طول ا لامل فینسی الآخرة))"بے شک میں اپنی امت پر جن چیزوں کا خوف رکھتا ہوں ان میں سب سے زیادہ خوف خواہشاتِ نفس اور لمبی امیدوں کا ہے۔ خواہشات حق سے روک دیتی ہیں اور لمبی امیدیں آخرت سے غافل کر دیتی ہیں"(بیہقی)۔ اور امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:((اثنان یکرههما ابن ادم یکره الموت والموت خیر للمومنین من الفتنة ویکره قلة المال وقلة المال اقل للحساب)) "انسان دو چیزوں کو اچھا نہیں سمجھتا حالانکہ وہ دونوں اس کے لیے بہتر ہیں۔ وہ موت سے کراہت کرتا ہے حالانکہ موت مومن کے لیے بہتر ہے جس کی وجہ سے وہ فتنے سے بچ جائے گا اور وہ مال کی کمی کو اچھا نہیں سمجھتا حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی کا سبب ہے"۔

صحابہ کرامؓ لوگوں کو بھی دنیا کی بے وقعتی کی یاددہانی کراتے رہتے تھے۔ ایک دن ابوہریرہؓ نے بازار میں جا کر لوگوں کو پکارا کہ تمہیں کس چیز نے مجبور کر رکھا ہے؟ لوگوں نے پوچھا کس چیز سے؟ آپؓ نے کہا وہاں رسول اللہ ﷺ کی میراث تقسیم ہو رہی ہے اور تم لوگ یہاں بیٹھے ہو۔ لوگوں نے پوچھا : کہاں تقسیم ہو رہی ہے۔ آپؓ نے کہا: مسجد میں۔ لوگ لپک کر مسجد پہنچے۔ لیکن وہاں مال کی تقسیم کا کوئی معاملہ نہ تھا۔ انہوں نے واپس آکر صحابیِ رسول سے کہا کہ وہاں تو کچھ بھی تقسیم نہیں ہو رہا، البتہ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں، کچھ تلاوتِ قرآن پاک میں مشغول ہیں، کچھ حلال و حرام پر گفتگو کر رہے ہیں۔ ابوہریرہؓ نے فرمایا: تم لوگوں پر افسوس ہے، یہی تو تمہارے نبی کی میراث ہے۔

دارمی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت کی کہ ایک دفعہ میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا اور فقراء مہاجرین کا ایک گروہ بھی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور ان میں آکر بیٹھ گئے۔ میں ان کے پاس آیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ فقراء مہاجرین اس چیز کے ساتھ خوش ہو جائیں جو انہیں خوش کرے گی۔ وہ جنت میں مالداروں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔ عبد اللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ان کے چہرے روشن ہو گئے یہاں تک کہ میں نے آرزو کی کہ میں بھی انہی میں سے ہوتا۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد جب عمرؓ نے بلاد الشام کا رخ کیا تو وہاں ان کی ملاقات حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ سے ہوئی۔ ایک دن عمرؓ نے ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ مجھے اپنے گھر لے چلئے۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا آپ میرے گھر میں کیا کریں گے اور عمرؓ کو ٹالنے کی کوشش کی۔ لیکن عمرؓ کے اصرار پر انہیں ساتھ گھر لے آئے۔ ان کی گھر میں ڈھال، تلوار اور اونٹ کے کجاوے کے علاوہ کوئی خاص سامان نہ تھا۔ عمرؓ نے فرمایا: اے ابو عبیدہ کاش تم ضروری سامان تو فراہم کر لیتے۔ اس پر ابو عبیدہ بن الجراح نے جواب دیا: ہمیں قبر تک پہنچانے کے لیے اتنا سامان ہی کافی ہے۔ یہ تھے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اور ان کا طرزِ عمل۔ آج حاملینِ دعوت کو صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل کو مشعلِ راہ بنانا ہے۔ تبھی وہ کفر کے اژدھام کے باوجود آگے سے آگے بڑھ سکیں گے۔ اور لوگوں کے لیے ان کی حیثیت وہی گی کہ جیسے اندھیری رات میں چراغ کی ہوتی ہے۔ اور اسلام کی سربلندی کا ہدف ان کے ہاتھوں اسی طرح پورا ہو گا جیسا کہ ماضی میں صحابہؓ کے ہاتھوں ہوا۔

نیشنل (امریکی) ایکشن پلان کا مقصد اسلام اور خلافت کی پکار کو دبانا ہے

راحیل-نواز حکومت نیشنل (امریکی)ایکشن پلان کے تحت پاکستان میں اُٹھنے والی ہر اُس آواز کا گلا گھوٹ دینا چاہتی ہے جو اسلام اور خلافت کے قیام کا مطالبہ کرتی ہے۔ یہ حکومت اپنے آقا امریکہ کی خوشنودی کے لئے ہر حد کو پار کرتی جارہی ہے۔ لاہور کے ایک انتہائی باعزت جگرانوی خاندان کے فرزند حکیم احسان کو کل ان کے رائے ونڈ میں واقع مطب سے پولیس نے گرفتار کرلیا۔ حکیم احسان اور جگرانوی خاندان کے مرد وخواتین پر حکومت نے ایک جھوٹا اور بے بنیاد مقدمہ قائم کرر کھاہے اور اس مقدمے کو لے کر اس خاندان کو مسلسل ہراساں کرنے کی کوشش کررہی ہے۔ اس خاندان کا قصور یہ ہے کہ وہ حکومت کے جبر کے باوجود اسلام اور خلافت کے قیام کی جدوجہد سے دست بردار نہیں ہورہا۔

حکیم احسان لاہور کے ایک معروف طبیب ہیں اور انہوں نے اپنی زندگی اسلام اور خلافت کے قیام کی جدوجہد کے لئے وقف کرر کھی ہے۔ حکومت کی جانب سے مسلسل ہراساں کرنے اور اس اندیشے کے باوجود کہ پولیس ان کو گرفتار کرسکتی ہے وہ اپنے معمول کے مطابق اپنے مطب جارہے تھے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ حکمرانوں کا احتساب کر کے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی پیروی کررہے ہیں جس کے مطابق ظالم حکمران کے سامنے کلمہ حق کہنا جہاد اکبر ہے۔ یقیناً جگرانوی خاندان نے کوئی جرم نہیں کیا لیکن اس کے باجود ان کے مرد وخواتین کو جیل کی سلاخوں کی پیچھے ڈالا جارہا ہے جبکہ ملک بھر میں امریکی دہشت گرد نہ صرف دندناتے پھرتے ہیں بلکہ اگر رنگے ہاتھوں گرفتار بھی کرلیے جائیں تو براہ راست امریکی سفارت خانہ مداخلت کر کے انہیں بازیاب کروالیتا ہے۔ آج ہی اسلام آباد ائر پورٹ سے ایک امریکی کو پستول اور گولیوں سمیت گرفتار کیا گیا لیکن جیسے ہی امریکہ سفارت خانے نے اس کو اپنا آدمی تسلیم کیا تو اس کو آزاد کردیا گیا۔

حزب التحریر راحیل-نواز حکومت کو یہ بتا دینا چاہتی ہے کہ تمہاری گھٹیا حرکات اور ظلم وستم خلافت کے قیام کو کسی صورت نہیں روک سکتا۔ یہ امت اپنے منزل کو جان چکی ہے اور اب اس کو پانے کے لئے تیزی سے اس کی جانب گامزن ہے اور اس کا ادراک خود تمہارے آقا امریکہ کو بھی اچھی طرح ہے اسی لئے وہ سیاسی و فکری جدوجہد کرنے والوں کے خلاف بھی تمہیں ہر حد کو توڑنے کا حکم دے رہا ہے۔ راحیل-نواز حکومت ! تم اس جنگ میں ہارنے والے فریق کے ساتھ کھڑے ہو کیونکہ یہ امت اسلام کے حق میں اپنا فیصلہ دے چکی ہے جس کا ایک ثبوت امریکی ادارے "پیو" کا مسلم دنیا کے حوالے سے حالیہ سروے ہے جس کے مطابق مسلم دنیا کی عظیم اکثریت اسلام کو سرکاری قانون کی حیثیت سے دیکھنا چاہتی ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تمہاری یہ کوشش دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی تمہیں فائدہ تو دور کی بات صریحاً خسارے کا باعث بنے گی کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو یہ اعلان واضح طور پر کرچکے ہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کیے بغیر ماننے والے نہیں۔ تو بہتر ہے کہ تم اپنی روش سے توبہ کرو اور خلافت کے قیام کی جدوجہد کرنے والوں کی راہ سے ہٹ جاؤ کہ شاید اللہ تمہارے پچھلے گناہوں کو معاف فرمادیں۔

وَمَن يُشَاقِقِ ٱلرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ ٱلْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ ٱلْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيراً

"اور جو شخص رسول (ﷺ) کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور راہ راست واضح ہو جانے کے بعد بھی اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور کی روش پر چلے تو اسے ہم اسی کی طرف چلتا کردیں گے جدھر وہ خود پھر گیا۔ اور ہم اسے جہنم میں جھونک دیں گے جو بدترین جائے قرار ہے" (النساء:115)

شہزاد شیخ

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کے ڈپٹی ترجمان

15-16 فروری 2015 کو ٹائمز آف انڈیا(Times of India)، ناوبھارت ٹائمز(Navbharat Times)، صحارا سمے(Sahara Samay) اور ون انڈیا(One India) میں شائع ہونے والے مضمون "حزب التحریر الدولۃ الاسلامیۃ العراق وشام سے زیادہ خطرناک ثابت ہوسکتی ہے" کا جواب

15،16 فروری 2015 کو ٹائمز آف انڈیا(Times of India)، ناو بھارت ٹائمز(Navbharat Times)، صحارا سمے(Sahara Samay) اور ون انڈیا(India India) میں شائع ہونے والے ایک مضمون میں یہ دعویٰ کیا گیا کہ حزب التحریر ایک دہشت گرد جماعت ہے۔ اس مضمون میں کئی سنگین غلطیاں اور گمراہ کن دعوے کیے گئے۔

حزب التحریر ایک عالمی اسلامی سیاسی جماعت ہے جو نبوت کے طرز پر خلافت کے قیام کے ذریعے اسلامی زندگی کے احیاء کے لیے اسلامی سرزمین میں پُر امن فکری اور سیاسی جدوجہد کرتی ہے۔ حزب التحریر ایک مشہور و معروف اسلامی پارٹی ہے اور اس کی بنیا 1953 میں بیت المقدس میں رکھی گئی۔ آج شرق اوسط، افریقا اور ایشیاء سمیت مشرق سے لے کر مغرب تک کام کر رہی ہے۔ حزب کے خلاف تمام تر سوچے سمجھے اشتعال انگیز اقدامات، نگرانی، گرفتاریوں، تشدد اور انصاف کا خون کرنے کے باوجود یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ حزب نے اپنے پرامن سیاسی طریقے سے کبھی بھی بال برابر بھی انحراف نہیں کیا اور نہ ہی اسے کبھی ایسے کسی واقع میں ملوث ثابت کیا جاسکا ہے۔

مذکورہ مضمون میں حزب کو "کالعدم" جماعت کہا گیا ہے؛ جس کا مقصد قاری کو گمراہ کرنا اور اس کے ذہن میں یہ تشویش پیدا کرنا ہے کہ حزب شاید کوئی "مسلح" اقدامات بھی کرتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جن ممالک نے بھی حزب پر پابندی لگائی تو اس کے سیاسی مقاصد تھے اور اس کا مقصد حزب کو اپنی صاف شفاف فکر کو امت تک پہنچانے کی راہ میں روکاوٹ ڈالنا ہے تا کہ امت اس فکر کا علمبردار نہ بنے اور حزب کے ساتھ مل کر کار زار حیات میں اس فکر کو وجود بخشنے کے لیے جدوجہد نہ کرے۔ ان ممالک کی حکومتیں اس غلط فہمی میں رہیں کہ وہ پابندی لگا کر امت کو حزب کی جدوجہد میں شامل ہونے سے روکنے میں کامیاب ہو جائیں گی لیکن یہ ناکام اور نامراد ہوئے۔ یہ حقیقت اب سب کے سامنے ہے کہ امت مشرق سے لے کر مغرب تک اللہ کی شریعت کے نفاذ اور نبوت کے نقش قدم پر اسلام کی ریاست، خلافت کے قیام کا مطالبہ کر رہی ہے۔

رہی حزب التحریر اور ہندوستان میں انڈین مجاہدین کے درمیان تعلقات کی بات تو حزب کے تمام اسلامی تحریکوں کے ساتھ تعلقات نصیحت اور راہنمائی کی حد تک ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «الدين النصيحة» " دین خیر خواہی ہے"، اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

ہم اخبار ٹائمز آف انڈیا(Times of India)، ناو بھارت ٹائمز(Navbharat Times)، صحارا سمے(Sahara Samay) اور ون انڈیا(India India) کے ادارتی انتظامیہ کو ان کے پیشہ ورانہ اور آزادانہ صحافت کے بارے میں یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں۔ صحافت ایک محنت طلب کام ہے اور یہ تقاضا کرتا ہے کہ تمام رپورٹیں باریک بینی اور ذمہ داری سے تیار کی جائیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ اخبارات آئندہ اس امر کا خیال رکھیں گے تا کہ مستقبل میں ہمیں عدالتی چارہ جوئی پر مجبور نہ ہونا پڑے۔

حزب التحریر کا مرکزی میڈیا آفس

"پری وینٹ" (باز رکھنے) کا قانون محض ایک زہریلی چھاپ ہی نہیں بلکہ یہ زہریلا منصوبہ ہے جسے چیلنج کرنے کی ضرورت ہے

برطانیہ کے دارالحکومت کے سابق پولیس کمانڈر ڈال بابو نے حکومت کی انتہاپسندی کو روکنے کی پالیسی 'پری وینٹ' (باز رکھنے) کی مخالفت کی اور کہا کہ اس نے ایک زہریلی شکل اختیار کرلی ہے، جسے برطانیہ کے مسلمان شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کا یہ تبصرہ سنڈے ٹیلی گراف کے اس اعلان کے ایک دن بعد سامنے آیا تھا جس میں سیکریٹری داخلہ تھریسامے نے انتہاپسندی کا مقابلہ کرنے والے قوانین کی مدت میں اضافے کا اعلان کیا تھا اور جس کا حزب اختلاف کی عدالت کے شیڈو وزیر صادق خان نے پُرجوش خیر مقدم کیا۔ یہ اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ اپنے آپ کو "شدت پسندی" کا سب سے زیادہ مخالف ظاہر کرنے کے لئے اب سر کردہ پارٹیوں کے درمیان گویا جیسے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی دوڑ شروع ہوگئی ہے۔

تاجی مصطفیٰ نے، جو برطانیہ میں حزب التحریر کے میڈیا کے نمائندے ہیں، اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ " 'پری وینٹ' کا یہ قانون یقیناً ایک زہریلا نشان ہے۔ صرف اس وجہ سے نہیں کہ اس کو غلط طور پر نافذ کیا گیا یا اس کے حوالے سے غلط فہمی ہوئی ہے، بلکہ یہ اپنی بنیاد سے ہی ایک ناقص اور زہر آلود منصوبہ ہے، کیونکہ اس کی بنیاد ایک باطل مفروضے پر رکھی گئی ہے اور وہ یہ کہ ایک انسان جتنا زیادہ اسلام پسند ہوگا، اتنا ہی وہ اندرونی طور پر خطرے کا باعث ہو سکتا ہے"۔

"یہ قانون اس مفروضے پر نافذ کیا گیا کہ ایسے لوگ جو اسلامی اقدار کے حامل ہوتے ہیں یا ریاست کے نقطۂ نظر کے برعکس سیاسی رائے رکھتے ہیں، یہی لوگ مشکوک تصور کئے جائیں گے، چنانچہ ریاست کو چینل پروگراموں کے ذریعے دوبارہ پروگرامنگ کی ضرورت ہے"۔

"اس قانون میں جان بوجھ کر خارجہ پالیسی کو کلی طور پر نظر انداز کیا گیا، جب کہ برطانیہ کے اندر تشدد کی کاروائیوں کا خارجہ پالیسی کے ساتھ تعلق ثابت شدہ ہے"۔

"یہ وہ پالیسی ہے جس میں سیاسی اور مذہبی عقائد سے نپٹنے کے لئے سیکورٹی وجوہات کو دلیل کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اُس وقت ہی واضح ہوگیا تھا جب دسمبر 2014 میں پولیس چیف سر پیٹر فاہی نے کہا تھا کہ مجھے خدشہ ہے کہ پولیس "افکار کی نگرانی کرنے والی پولیس" میں تبدیل ہو جائے گی"۔

"یہ وہ پالیسی ہے جو اکثر جابر ریاستوں میں نظر آتی ہے۔ فاہی نے اپنے اسی تبصرے میں اشارہ کیا تھا کہ کیونکہ شدت پسندی کی باریکی سے تعریف نہیں کی گئی تھی لہٰذا پولیس اپنے طور پر وضع کردہ مخصوص تعریفوں کی بنیاد پر کام کرتی رہی۔ اس نے مزید اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہی "پولیس اسٹیٹ" کی طرف بڑھنے کا راستہ ہے"۔

"دہشت گردی کی روک تھام کا موجودہ قانون اور سیکورٹی ایکٹ نے فکری پولیسنگ کا کام کرنے کی ذمہ داری استادوں، نرسری ورکرز، صحت کے شعبے میں کام کرنے والوں اور یونیورسٹیوں پر ڈالی ہے۔ یہ پالیسی 1950 کی میک کارتھیسیزم کی یاد دلاتی ہے، بلکہ مشرقی جرمنی کے سٹاسی قوانین کی یاد دلاتی ہے"۔

"حزب التحریر کو اس بات کا احساس ہے کہ مسلم کمیونٹی اور بالعموم پورے معاشرے کے سامنے ان ناپاک، بے وقعت اور ناقص ہتھکنڈوں کو مسلسل بے نقاب کرنا واجب ہے، اور ہم یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ ہم ایسا ہی کرتے رہیں گے جیسا کہ ہم ایک دہائی سے زیادہ عرصے سے کرتے چلے آرہے ہیں"۔

برطانیہ میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

شام، عالمی سیاست اور بیدار امت

تحریر: انجینئر عمیر، پاکستان

الم . غُلِبَتِ الرُّومُ . فِي أَدْنَى الأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ . فِي أَدْنَى الأَرْضِ وَهُم مِّن بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ . فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الأَمْرُ مِن قَبْلُ وَمِن بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ] { الروم:1 -4].

حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیتیں اس وقت نازل ہوئیں جبکہ نیشاپور کا شاہ فارس بلاد شام اور جزیرہ کے آس پاس کے شہروں پر غالب آگیا اور روم کا بادشاہ ہر قل تنگ آکر قسطنطنیہ میں محصور ہو گیا۔ مدتوں محاصرہ رہا آخر پانسہ پلٹا اور ہر قل کی فتح ہو گئی۔ مفصل بیان آگے آرہا ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ رومیوں کو شکست پر شکست ہوئی اور مشرکین نے اس پر بہت خوشیاں منائیں۔ اس لئے کہ جیسے یہ بت پرست تھے ایسے ہی فارس بھی ان سے ملتے جلتے تھے اور مسلمانوں کی چاہت تھی کہ رومی غالب آئیں اس لئے کہ کم از کم وہ اہل کتاب تو تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا رومی عنقریب پھر غالب آجائیں گے۔ صدیقِ اکبر نے مشرکین کو جب یہ خبر پہنچائی تو انہوں نے کہا آؤ کچھ شرط بدلو اور مدت مقرر کر لو اگر رومی اس مدت میں غالب نہ آئیں تو تم ہمیں اتنا اتنا دینار دینا اور اگر تم سچے نکلے تو ہم تمہیں اتنا اتنا دیں گے۔ پانچ سال کی مدت مقرر ہوئی وہ مدت پوری ہو گئی اور رومی غالب نہ آئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت نبوی میں یہ خبر پہنچائی آپ ﷺ نے فرمایا تم نے دس سال کی مدت مقرر کیوں نہ کی۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قرآن میں مدت کے لئے لفظ بضع استعمال ہوا ہے اور یہ دس سے کم پر اطلاق کیا جاتا ہے چنانچہ یہی ہوا بھی کہ دس سال کے اندر اندر رومی پھر غالب آگئے۔

ان قرآنی آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ عالمی سیاست کو موضوع بنا رہے ہیں اور یہ بحث بھی ایسے موقع پر کی جا رہی ہے جب کفر کا غلبہ ہے۔ پھر بھی صحابہ عالمی سیاست پر کفار سے بحث و مباحثے میں مصروف ہیں اور آپ ﷺ اس معاملے میں بھی اپنے صحابہ رضی اللہ عنھم کی اسلام سے رہنمائی کر رہے ہیں جو اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ مسلمانوں کا نقطہ نظر ابتدا ہی سے ایک علاقے تک محدود نہیں بلکہ عالمی رہا ہے۔ جس کے بعد یہ سوال اٹھایا ہی نہیں جا سکتا کہ سیاست یا عالمی سیاسی صورت حال وغیرہ جیسے موضوع تو محض دنیاوی معاملات ہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہاں یہ بات سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ مسلمان کفار کی سازشوں کو صرف اسی صورت میں ناکام اور امت کو اس سے محفوظ رکھ سکتے ہیں، جب وہ اس کا صحیح ادراک کر سکتے ہوں۔ حزب اپنی کتاب "**سیاسی تصورات**" میں لکھتی ہے کہ، "**دنیا میں ہر ریاست کی پالیسی سے باخبر رہنا انتہائی ضروری ہے اور ایک مسلم سیاست دان اس کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ بات ہر مسلمان کے لیے نہایت اہم ہے کہ عمومی انداز میں عالمی طاقتوں کی نوعیت(nature)، رازوں(secret)، منصوبوں (plan) اور طرز عمل (style)، سے باخبر رہے اور ان امور کا تفصیلی اور حقیقت پر مبنی فہم، روزانہ کی بنیاد پر بدلتے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے عالمی طاقتوں کی بنیادوں اور ستونوں کا مکمل ادراک ہر مسلمان مفکر کے لیے ضروری ہے۔ یوں امت کو ان سے محفوظ رکھنے کا مقصد واضح ہوتا ہے جس کے ذریعے ریاست اور امت مسلمہ کی حفاظت اور اسلامی دعوت کو دنیا میں پھیلانے کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔**"

اس ضمن میں اہم ترین بات یہ ہے کہ عالمی سیاست اور اس کی بنیادوں کو کچھ بنیادی

اصولوں کے ذریعے سمجھا جائے۔ اول تو یہ کہ عالمی منظر نامے پر موجود ممالک کی موجودہ حیثیت، ان کے سیاسی منصوبوں اور سیاسی طرز عمل کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

عالمی دنیا کا فہم اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم یہ جان سکیں کہ آیا وہ کون سے ممالک ہیں جن کے ہاتھ میں دنیا کی باگ ڈور ہے اور وہ دنیا کی سیاست پر اثر انداز ہوتے ہیں اور وہ کن ممالک کو براہ راست کنٹرول کرتے ہیں یا ان پر اپنا اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔

بنیادی طور پر آج دنیا میں چار اقسام کی ریاستیں پائی جاتی ہیں ۔ **پہلی** تو وہ جسے سپر پاور ریاست کہا جاتا ہے جو دنیا میں طاقتور ترین ریاست کا کردار ادا کرتی ہے اور دوسری ریاستوں کی حیثیت کو متاثر کرنے کی اہلیت رکھتی ہے جیسا کہ امریکا۔ **دوسری** وہ ماتحت (sub-ordinate) ریاستیں ہیں جن کی داخلی اور خارجی پالیسیوں کا انحصار دوسری طاقتور ریاستوں پر ہوتا ہے۔ پاکستان، سعودی عرب، قطر اور مالی وغیرہ جیسے ملکوں کا شمار ان ہی ریاستوں میں ہوتا ہے۔ **تیسری وہ سیٹلائٹ** ریاستیں ہیں جن کی داخلہ پالیسیاں تو خود مختار ہوتی ہیں تاہم بیشتر خارجی پالیسیاں دوسرے ممالک کے مرہون منت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آسٹریلیا ، کینیڈا وغیرہ۔ اور **چوتھی** قسم کی ریاستیں وہ ہیں جو اپنی داخلی اور خارجہ پالیسی کے اعتبار سے خود مختار ہوتی ہیں جیسا کہ برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس اور اسرائیل وغیرہ۔

ہمارے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طاقتور ممالک کی اپنے مقاصد کی حفاظت کیلئے مرتب کی گئی سیاسی حکمت عملی (politcial plan)اور ان سیاسی حکمت عملیوں کو عملی جامہ پہنانے کیلیے سیاسی طور طریقوں(political style) کو سمجھا جائے۔ جیسا کہ عراق پر قبضہ اور اس قبضے کو مقامی اور عالمی دونوں سطح پر قانونی جواز فراہم کرنا امریکا کی حکمت عملی میں شامل تھا۔ جسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے امریکا نے مختلف سیاسی طور طریقوں کا سہارا لیا۔ جن میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں کی عراق میں موجودگی کا بہانہ، جھوٹ پر مبنی سی آئی اے رپورٹس کی تشہیر، اقوام متحدہ کے ذریعے جارحیت کو قانونی جواز فراہم کرنا، شیعہ سنی اختلاف کو ہوا دینا، اہل تشیع کو حکومت کا حصہ بنانے اور ایرانی و شامی اثرورسوخ کا استعمال شامل ہے۔

تاہم یہ بات سمجھنا بھی لازم ہے کہ سیاسی طور طریقے سیاسی حکمت عملی کے مطابق مسلسل تبدیل ہوتے رہتے ہیں جب کہ سیاسی حکمت عملی صرف اسی صورت تبدیل کی جاتی ہے جب تمام اختیار کردہ سیاسی طریقے ناکام ہو جائیں اور سیاسی اہداف حاصل نہ ہو سکیں یا یہ کہ سیاسی حکمت عملی کسی خاص صورت حال کی وجہ سے سیاسی مقاصد کے ہی مخالف ہو جائے مثال کے طور پر پہلے چین کی امداد کر کے اسے روس کے خلاف کھڑا کیا گیا اور پھر چین ہی کا گھیرا تنگ کر کے اس کے اثر و رسوخ کو ختم کرنے کیلیے سیاسی طور طریقوں کا سہارا لیا گیا۔

کچھ یہی حال امریکا کا مسلم دنیا پر اپنا اثر و رسوخ قائم رکھنے کیلیے ہے جس کے لیے وہ اپنے سیاسی طور طریقوں میں ضرورت کے مطابق تبدیلی لاتا رہتا ہے جیسا کہ پہلے عسکری بغاوتوں اور دیگر سیاسی اقدامات کے ذریعے مسلم ممالک کو کنٹرول کیا گیا اور اب مسلم زمینوں پر عسکری حملوں کے ذریعے اس کنٹرول کو مستحکم کیا جارہا ہے ۔لہٰذا ہماری سیاسی جدوجہد کا ہدف استعمار کی سیاسی فکر، سیاسی حکمت عملیوں اور اس کے طور طریقوں کو بے نقاب کرنا ہونا چاہیے۔

آج انبیاء کی سرزمین شام کی صورت حال کچھ ایسی ہے کہ اقوام عالم اس پر بھوکے بھیڑیے کی طرح ٹوٹ پڑے ہیں۔ امریکا ہو ، سعودی عرب ہو، روس ہو یا ایران ...سب کے سب یک زبان ہو کر شام کے بابرکت انقلاب اور اس کے مخلص انقلابیوں کے خلاف کمربستہ ہیں۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں استعمار نے اپنی سیاسی فکر

کے مطابق ہر سیاسی حکمت عملی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مختلف طور طریقوں کو آزمایا تاہم شام کے عوام نے بیدار امت کا ثبوت دیتے ہوئے استعمار کی ہر حکمت عملی اور اس کے طور طریقوں کو خاک میں ملا دیا۔ جب کہ مصر، تیونس، لیبیا اور یمن وغیرہ سیاسی بصیرت اور پختگی نہ ہونے کے باعث استعمار کی سازشوں کا مقابلہ کرنے میں ناکام رہے۔ شام میں لگ بھگ چار سال سے جاری سیاسی بغاوت اس بات کا ثبوت ہے کہ امت کو سیاسی پختگی اور سیاسی شعور اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب اسے اسلام کی جانب مسلسل دعوت دی جاتی رہے۔

شام کی موجودہ صورت حال کو سمجھنے کے لیے شام کی عالمی حیثیت اور پس منظر کو سمجھنا انتہائی ضروری ہے۔ شام گزشتہ چالیس برسوں سے حافظ الاسد اور پھر اس کی اولاد بشار الاسد کی زیر سربراہی امریکا کے ماتحت رہا ہے۔ جب کہ کچھ لوگ سیاسی قائدین کی زبانی جمع خرچ اور کچھ سیاسی بیانات اور اقدامات سے مرعوب ہو کر شام اور اس کے حکمرانوں کو امریکا مخالف سمجھ بیٹھتے ہیں جیسا کہ مئی دو ہزار چار میں امریکا نے اس الزام پر شام پر معاشی پابندیاں عائد کر دیں کہ وہ عراق میں عسکریت پسندوں کے داخلے کو روکنے میں ناکام رہا۔ جب کہ حقیقت کا مفصل اور صحیح جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شام الاسد خاندان کی کمان میں ہمیشہ امریکی ایجنٹ ہی رہا ہے۔ شام کا خلیجی جنگ میں صدام حسین کے خلاف امریکا کا ساتھ دینا اس حقیقت کا واضح ثبوت ہے۔ شام وہ واحد جمہوری عرب ریاست تھی جس نے پہلی خلیجی جنگ میں عراق کے خلاف امریکا کا ساتھ دیا اور Operation Desert Storm میں مدد کیلیے اپنے دستے روانہ کیے۔

شام نے اسلام پسندوں کے خلاف بھی امریکا کی بھرپور مدد کی۔ اور اس بات کا اعتراف خود امریکی خفیہ ایجنسی سی آئی اے نے کیا کہ شام کی مدد سے امریکا کو وہ معلومات حاصل ہو سکیں جس کا اس نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا۔ شام ہی نے اسرائیل کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ شامی صدر بشار الاسد کی دوستی و امن کی آشا کی انتہا کا اندازہ اس بات سے لگایا جائے کہ اسرائیل نے 2007 میں شام میں جوہری ری ایکٹر کو فضائی حملے میں تباہ کر دیا اور صدر بشار الاسد نے خاطر خواہ جواب تک دینے کی زحمت نہ کی۔ امریکا اور شام کے درمیان اتحاد کی اس سے بہتر اور کیا مثال ہو گی کہ بشارالاسد ساڑھے تین برس تک شام کے معصوم شہریوں پر مسلسل بم برساتا رہا اور امریکا کے ماتھے پر بل تک نہ آیا مگر جیسے ہی باغی بشار الاسد کو اکھاڑ پھینکنے کے اہل ہوئے امریکا نے ان پر ہی چڑھائی کر دی۔ مگر آفرین ہو شام کے عوام پر جنہوں نے ہر موڑ پر باخبر ہونے کا ثبوت دیا اور امریکا کے سیاسی عزائم کو مسلسل ناکام بناتے ہوئے اسے اپنے سیاسی منصوبے فوری تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔

غور طلب بات یہ ہے کہ یہ ثمر کوئی ایک ماہ یا ایک سال کی جدوجہد کا نہیں بلکہ برسوں کی محنت کا تھا۔ مارچ 2011 میں ملک گیر احتجاج کے آغاز کے بعد جب بات بشار کے دھڑن تختہ تک جا پہنچی تو شامی عوام میں موجود سیاسی قائدین نے اس بات کو جانچ لیا کہ مصر، تیونس اور لیبیا کی طرح شام میں بھی عوام کو بشار کی حکومت کے متبادل کی صورت میں دھوکہ دیا جائے گا۔ اور اسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے امریکا نے بشار کے مخالفین کو صفوں میں کھڑا کرنا شروع کیا۔ اکتوبر 2011 میں Syrian National Council قائم کی گئی۔ نومبر میں عرب لیگ نے شام کی رکنیت معطل کر کے اس پر پابندیاں عائد کیں تا کہ بشار پر دباؤ ڈال کر اور اسے پس پشت ڈال کر اس کا متبادل تیار کیا جا سکے۔

حزب التحریر شامی انقلاب کے آغاز سے عوام میں مضبوط جڑیں بنا کر انقلابیوں کی رہنمائی میں پیش پیش رہی۔ حزب نے کفار کی اس سازش کو دو نومبر 2011 کو اپنے پمفلٹ کے

ذریعے بے نقاب کیا، **"امریکا اپنے آلہ کار عرب لیگ کے ذریعے شامی حکومت کو مزید وقت فراہم کر رہا ہے تاکہ وہ مزید معصوم شہریوں کا خون بہا سکے اور اس دوران بشار کا متبادل تیار کیا جاسکے۔"**

مخلص قائدین انقلابیوں کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے اس فرمان کو بار بار یاد دلا رہے تھے کہ، **"ان لوگوں کی جانب ہرگز راغب نہ ہونا جو ظلم کرتے ہیں، ایسا نہ ہو کہ تمہیں آگ پکڑ لے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی مددگار نہیں ہوگا اور تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔"{سورۃ ھود 11:113}**

ادھر مارچ 2012 میں اقوام متحدہ کی سیکیورٹی کونسل نے کوفی عنان کے غیر مشروط امن معاہدے کی توثیق کردی جس کی حمایت کا اعلان روس اور چین نے بھی کردیا تاہم پھر بھی خون کی ہولی جاری رہی۔ کوفی عنان کے مستعفی ہونے پر اقوام متحدہ نے الجزائر کے سفارتکار الاخضر ابراہمی کو اقوام متحدہ اور عرب لیگ کا شام کیلیے ایلچی مقرر کردیا۔

جون 2012 میں پہلی جنیوا کنونشن کے انعقاد تک پچاس ہزار شہری لقمہ اجل بن چکے تھے۔ 30 جون 2012 کو حزب التحریر نے امت سے خطاب میں جنیوا معاہدے کو آڑے ہاتھوں لیتے ہوئے یہ واضح کیا کہ **جنیوا معاہدے کی منظوری ایسا داغ ہوگی جس کو کبھی مٹایا نہ جاسکے گا، یہ امت سے بغاوت ہوگی ......روس اپنے مالک کے لیے تنخواہ دار ملازم سے زیادہ کچھ نہیں......"**

امریکا شام کی چاروں سرحدوں یعنی لبنان، اسرائیل، ترکی اور عراق پر بیٹھا تھا جب کہ روس کی موجودگی تو نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر وہ صرف مادی فوائد، مسلمان ملکوں میں بڑھتی تبدیلی کی لہر اور وسطی ایشیا کے ممالک تک ان کے پھیلاؤ کو روکنے کی خاطر امریکا کی ہر چال میں اس کا اتحادی بنا رہا۔ جب کہ امریکا کا مقصد واضح تھا کہ جب تک متبادل تیار نہیں ہوجاتا شامی عوام کو خون میں نہاتے رہنے دیا جائے۔ یہاں تک کہ امریکا نے لیبیا کی طرح شام میں نوفلائی زون کا قیام بھی درست نہ سمجھا کہ کسی طرح فضائی بمباری سے ہونے والے جانی نقصانات کو ہی روکا جاسکے۔

نومبر 2012 میں قطر میں منعقدہ اجلاس میں نام نہاد اپوزیشن جماعتیں National Coalition for Syrian Revolutionary & Opposition Forces کی چھتری تلے یکجا ہوگئیں جن کا نعرہ جمہوریت کا قیام تھا۔ دسمبر 2012 میں امریکا، برطانیہ، فرانس، ترکی اور خلیجی ریاستوں نے معاذ الخطیب کی زیر سربراہی Syrian National Coalition کو شامی عوام کا نمائندہ قرار دینے کی کوشش کی تو اس موقع پر حزب التحریر نے امت پر یہ بات واضح کی کہ، **"یہ ایک شر انگیز منصوبہ ہے، جسے امریکا اور اس کے حواریوں نے تشکیل دیا ہے۔ شام میں بے پناہ قتل و غارت گری کرکے دشمن ہمیں مجبور کرنا چاہتے ہیں کہ ہم اس کٹھ پتلی اتحاد کو تسلیم کرلیں......"**

اور الحمدللہ شام کے غیور عوام نے حزب التحریر کی مخلص پکار کا مثبت جواب دیتے ہوئے شامی اپوزیشن اتحاد کو مکمل طور پر مسترد کردیا۔ میدان عمل میں بشار الاسد سے برسرپیکار اہم ترین گروہ جبہۃ النصرہ اور التوحید نے اتحاد کو رد کرتے ہوئے واضح کیا کہ وہ جمہوری نہیں بلکہ اسلامی ریاست کا قیام چاہتے ہیں۔ انہوں نے شام کے قوم پرست جھنڈوں کو پس پشت ڈالا اور رایہ اور لواء کو ہاتھوں میں تھامنا شروع کردیا۔ منصوبوں کی مسلسل ناکامی کو دیکھتے ہوئے اپوزیشن اتحاد کے سربراہ معاذ الخطیب نے استعفیٰ دیا اور خود یہ انکشاف کیا کہ کچھ بیرونی عناصر اپوزیشن اتحاد سے اپنے کام نکلوانا چاہتے ہیں۔

جس کے بعد 13 مارچ 2013 کو حزب التحریر نے امت کو اللہ کے اس قول سے خبردار کیا، **"اس عورت کی طرح نہ ہو جس نے اپنا سوت مضبوطی کے بعد ریزہ ریزہ کرکے توڑ ڈالا۔۔"{سورۃ النحل:92}**

شامی قومی اتحاد کی ناکامی کے بعد امریکا نے شامی سیکولر بریگیڈز پر پیسہ لگانا شروع کیا۔ واشنگٹن پوسٹ نے مئی 2013 کو خبر شائع کی کہ "**امریکی حکومت اب سلیم ادریس پر جوا لگا رہی ہے۔**" اخبار نے مزید لکھا کہ، "**سلیم ادریس کے اعتدال پسند اور ذمہ دارانہ رویے پر بھروسہ کرتے ہوئے امریکی حکومت اس پر پیسہ لگانا چاہتی ہے۔**" جس کے بدلے میں سلیم ادریس نے براک اوباما کو خط لکھ کر اس بات کا اظہار کیا کہ "**اسے شام میں مداخلت کے حوالے سے امریکی پوزیشن کا اندازہ ہے۔ سلیم ادریس نے امریکا سے مالی امداد اور ٹریننگ میں مدد کی درخواست کی اور یقین دہانی کروائی کہ وہ جہادی گروپوں سے نمٹنے کیلیے تیار ہے۔**"

تمام منصوبے ایک طرف اور ایران اور حزب ایران کا استعمال کر کے شامی انقلاب کو فرقہ ورانہ رنگ دینے کی کوشش کا امریکی منصوبہ ایک طرف تھا۔ ایران کو بشار الاسد کی امداد میں اپنے عوام کو یہ بہانہ پیش کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی کہ ایران تو شام میں مقدس مقامات کی حفاظت کیلیے مداخلت کر رہا ہے۔ ادھر حمص اور لبنانی سرحد کے درمیان میں واقع اہم ترین شامی علاقے القصیر میں حزب ایران اور عسکری گروہوں میں لڑائی کا آغاز ہو چکا تھا اور یوں امریکا اپنی اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب رہا کہ ظلم کے خلاف بغاوت کو فرقہ ورانہ رنگ دے کر بشار کی حکومت کو محفوظ بنایا جائے۔

دوسری جانب اب اسرائیل بھی شامی عوام کے خلاف کھل کر میدان میں آچکا تھا۔ حزب التحریر نے 7 مئی 2013 کو امت سے خطاب میں ان علاقوں پر اسرائیلی بمباری کی تصدیق کی جہاں باغیوں کا پلڑا بھاری تھا " **5 مئی 2013 کو اسرائیلی طیاروں نے شام پر بمباری کی ---۔ یقیناً بشار حکومت یہود، امریکا اور اس کے حواریوں کو دشمن کے طور پر نہیں دیکھتی بلکہ اس کے دشمن تو بس شام کے عوام ہیں۔- اور یہی کھیل ہے جو امریکا اور اس کے حواری کھیلتے ہیں کہ ایک ایجنٹ کو دوسرے ایجنٹ سے تبدیل کر دیا جائے۔**"

ایک طرف شامی افواج کا بدترین ظلم جاری تھا تو دوسری جانب امریکا بھی مسلسل اپنی سیاسی چالیں چلنے میں مصروف تھا۔ جارج صابرہ کی جگہ سعودی حمایت یافتہ احمد جربا شامی قومی اتحاد کے قائم مقام سربراہ کی حیثیت سے ذمہ داریاں سنبھال چکے تھے۔ جب کہ عبوری وزیراعظم یہ کہہ کر عہدے سے مستعفی ہو گئے کہ وہ باغیوں کے زیر تسلط علاقوں میں حکومت قائم نہیں کر سکتے۔

اسی اثناء میں امریکا کے کئی زبانی دعووں اور دھمکیوں کے باوجود بشار نے اگست 2013 میں دار الحکومت دمشق کے علاقے غوطہ پر کیمیائی ہتھیاروں سے حملہ کر دیا جس میں تقریباً 300 شہری جان سے گئے۔ امریکا کے مطابق تو یہ اس کی اپنی بنائی ہوئی سرخ لکیر تھی جس کو عبور کرنے پر امریکی صدر براک اوباما بار بار بشار کو دھمکیاں دیتا آیا تھا مگر حملہ ہوئے ڈیڑھ برس گزر چکے، آج تک بشار کے سر سے ایک امریکی طیارہ نہ گزرا۔ کیمیائی ہتھیاروں کا سارا ڈرامہ صرف اس لیے رچایا گیا کہ شام میں موجود کیمیائی ہتھیاروں کو تلف کیا جاسکے تاکہ مستقبل قریب میں قائم ہونے والی خلافت کے پاس وہ صلاحیت ہی نہ ہو کہ وہ کفار کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکے، مگر وہ شائد بھول گئے کہ جنگ صرف عسکری قوت کے بل بوتے پر نہیں بلکہ ایمان کی طاقت سے لڑی جاتی ہے۔

شام کے بیدار عوام مسلسل دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بناتے آرہے تھے چاہے وہ بشار کے خلاف مزاحمت ہو یا سفارتی محاذ۔ 2014 کے اوائل میں دوسری جنیوا کانفرنس کی ناکامی اس بات کا واضح ثبوت ہے جب شامی اتھارٹی نے عبوری حکومت پر بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ حزب التحریر نے امت کی رہنمائی کا سلسلہ جاری رکھا" **شامی عوام کو اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ہو گا اور اس بات کا یقین رکھنا ہو گا کہ فتح صرف اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ آپ کو اپنے**

انقلاب کو شفاف انداز اور انتہائی وضاحت کے ساتھ برقرار رکھنا ہوگا، وہ انقلاب جس کا آغاز یہ کہہ کر کیا گیا کہ 'یہ صرف اللہ کے لیے ہے، یہ صرف اللہ کے لیے ہے' اور اس بابرکت انقلاب کو جنیوا کانفرنس کی مذاکراتی میزوں پر فروخت کرنے سے ہر صورت باز رہا جائے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد رکھا جائے، " اے ایمان والو! اپنی جماعت کے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی کے کسی موقع سے فائدہ اٹھانے میں نہیں چوکتے تمہیں جس چیز سے نقصان پہنچے وہی ان کو محبوب ہے ان کے دل کا بغض ان کے منہ سے نکلا پڑتا ہے اور جو کچھ وہ اپنے سینوں میں چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے شدید تر ہے ہم نے تمہیں صاف صاف ہدایات دے دی ہیں، اگر تم عقل رکھتے ہو (تو ان سے تعلق رکھنے میں احتیاط برتو گے) {سورۃ آل عمران:118}

اور یقیناً امت کا نعرہ یہی تھا، **"الشعب یرید–الخلافۃ من جدید"**

ادھر امریکی حمایت یافتہ FSA بھی شدید ناکامی سے دوچار تھی۔ اسلام پسندوں نے اس کے قدم اکھاڑ کر رکھ دیے تھے۔ پے در پے ناکامیوں کے پیش نظر FSA کی کمان سلیم ادریس سے بریگیڈیئر عبداللہ البشیر کو سونپی گئی۔ مگر شکست کے بادل مسلسل منڈلاتے رہے۔ ساری سیاسی چالیں شکست کھا چکی تھیں اس لیے ضروری تھا کہ حکمت عملی میں بنیادی تبدیلی لائی جائے۔ اور پھر ہم نے دیکھا کہ عسکری تنظیم دولۃ اسلامیہ عراق و شام کو نشانہ بنانے کی آڑ میں امریکا بالآخر شام پر براہ راست حملہ آور ہو گیا... مگر یہ امت کے لیے کوئی انوکھی بات نہ تھی کیوں کہ اس کے متعلق امیر حزب التحریر شیخ عطا بن خلیل ابو الرشتہ مئی 2013 میں ہی آگاہ کر چکے تھے۔ امیر حزب التحریر نے یہ واضح کیا تھا کہ، **"میڈیا کی سیکولر عناصر کو بے پناہ کوریج دینے کے باوجود سیکولر آوازیں بالکل دب کر رہ چکی تھیں اور امریکا خلافت کے قیام کیلیے اٹھنے والی آوازوں سے بوکھلا کر رہ گیا تھا۔"**

امریکا اور اس کے حواریوں کے لیے صورتحال مسلسل بگڑتی جا رہی تھی۔ امیر حزب التحریر نے ڈیڑھ برس قبل ہی اس حقیقت سے پردہ اٹھا دیا تھا کہ **معاملات مکمل ہاتھ سے نکلتا دیکھ کر امریکا نے تین نکات پر توجہ مرکوز رکھی ہے۔ اول یہ کہ بشار کو قتل و غارت گری کی چھوٹ دی جائے تا کہ عوام کو اپنے منصوبوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے اور تا کہ شام میں سیکولر سول ریاست کا قیام ممکن بنایا جا سکے اور پھر مکمل ریاستی ڈھانچہ اور جمہوری نظام برقرار رکھتے ہوئے چہروں کو تبدیل کر دیا جائے۔** تاہم کفار اور اسکے ایجنٹوں کو بیدار امت کے مقابلے میں ہمیشہ منہ کی کھانا پڑی۔ شام کے عوام نے معاذ الخطیب، جارج صابرہ، احمد جربا، عبوری وزیر اعظم غسان ہیتو، سلیم ادریس، عبداللہ البشیر، کوفی عنان، الاخضر ابراہمی، جنیوا ون اور جنیوا ٹو سمیت کفار کے تمام منصوبوں کو دھول چٹائی۔

پہلا منصوبہ ناکام ہونے کی صورت میں ان کا دوسرا منصوبہ یہ تھا کہ **اگر وہ اپنے حمایت یافتہ باغیوں یا حزب اختلاف کے ذریعے بشار الاسد کو عہدے سے ہٹانے میں ناکام رہے تو عالمی مداخلت کے ذریعے اپنی مرضی کی حکومت منتخب کی جائے گی۔ یہ دونوں منصوبے ناکام ہونے کی صورت میں کفار کی یہ سوچ تھی کہ معاملات اس حد تک بگڑ چکے ہیں، ہر طرف اتنی تباہی پھیل چکی ہو گی کہ اگر اسلام کو اقتدار حاصل ہو بھی جاتا ہے تو امت مایوسی کے سبب نشاۃ ثانیہ حاصل کرنے کی خواہش رکھنے کے باوجود احیاء کی جانب قدم نہ بڑھا سکے گی۔**

مگر کفار اور ان کے پیروکار یہ سمجھنے میں قاصر رہے کہ یہ ایک بہترین امت ہے جسے دنیا کی امامت کے لیے چنا گیا ہے اور اس امت میں ایسے لوگ اب بھی موجود ہیں جو امت کو نشاۃ ثانیہ کی جانب لے جانا جانتے ہیں اور کفار و منافقین کے سارے منصوبوں کو ناکام بنا دیں گے۔ یہ جانتے

نہیں کہ یہ وہی امت ہے جس نے روم و فارس جیسے عظیم سلطنتوں کو ناکوں چنے چبوانے پر مجبور کیا ،صلیبیوں کو ان کی اوقات یاد دلائی اور یہود و ہنود پر اپنا رعب و دبدبہ طاری کیا۔ رب کائنات کا یہ فرمان کسی صورت جھٹلایا نہیں جاسکتا کہ ، **"تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو یہ اہل کتاب ایمان لاتے تو انہی کے حق میں بہتر تھا اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایمان دار بھی پائے جاتے ہیں مگر اِن کے بیشتر افراد نافرمان ہیں۔" {آل عمران:110}**

امت مسلمہ کو اللہ نے وہ سب کچھ عطا کیا ہے جو اسے دنیا کی دیگر اقوام سے ممتاز کرتی ہے بس ضرورت ہے تو صرف اس بات کی کہ امت میں بیدار سیاسی شخصیات اور گروہ موجود رہیں جو امت کو کفار کے منصوبوں سے باخبر رکھیں۔ اور اس باخبر اور باشعور حزب پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ امت میں اپنی جڑیں مضبوط کرے اور امت کے ہر طبقے سے مستحکم روابط رکھے تاکہ امت حزب کے ساتھ آگے بڑھے اور کفار کے گھناؤنے منصوبوں کو ملیامیٹ کرنے کا سلسلہ جاری رکھے۔ امت کے فرزندوں کی حیثیت سے ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم امت میں بہترین انداز میں دعوت رکھیں، بہترین سیاست دان بنیں اور اس امت کو اس منزل تک پہنچائیں جس کی یہ مستحق ہے۔ یہ عمل ہمیں اس دنیا میں بھی عزت دلائے گا اور آخرت میں بھی ہمارا حساب شہداء، صدیقین اور صالحین کے ساتھ کیا جائے گا، انشاء اللہ۔ بے شک عزت اور ذلت دونوں اللہ ہی کی طرف سے ہے۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا، **" واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کروگے۔ میں نے کہا کسریٰ بن ہرمز کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔ تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی نے فرمایا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان پورا ہوا۔ یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بے خوف و خطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق و مصدوق کی دوسری پیشنگوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے میں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور کسریٰ کے مخفی خزانے اپنے قبضے میں لئے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ صادق و مصدوق (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر ہی رہے گی۔"**

واللہ ہمیں بھی یقین ہے کہ رسول ﷺ کی **"نبوت کے نقش قدم پر خلافت کے دوبارہ قیام"** کی بشارت بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی۔

بقیہ صفحہ 29 سے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ **مَا مِنِ امْرِئٍ يَخْذُلُ امْرَأً مُسْلِماً عِنْدَ مَوْطِنٍ تُنْتَهَكُ فِيهِ حُرْمَتُهُ وَيُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ إِلاَّ خَذَلَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِى مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ، وَمَا مِنِ امْرِئٍ يَنْصُرُ امْرَأً مُسْلِماً فِى مَوْطِنٍ يُنْتَقَصُ فِيهِ مِنْ عِرْضِهِ وَيُنْتَهَكُ فِيهِ مِنْ حُرْمَتِهِ إِلاَّ نَصَرَهُ اللَّهُ فِى مَوْطِنٍ يُحِبُّ فِيهِ نُصْرَتَهُ** "ایسا کوئی شخص نہیں ہے جو مسلمان کو اس صورتحال میں بے یارو مددگار چھوڑ دے جہاں اس کو بے عزت کیا جائے اور اس کی حرمت کو پامال کیا جائے (اور اگر وہ ایسا کرے) تو اللہ اسے اس وقت بے یارو مددگار چھوڑ دے گا جب وہ اللہ سے مدد کا طلبگار ہو گا۔ اور ایسا کوئی شخص نہیں جو مسلمان کی اس وقت مدد کرے جب اس کو بے عزت کیا جارہا ہو اور اس کی حرمت کو پامال کیا جارہا ہو کہ اللہ اس کی اس وقت مدد فرمائیں گے جب وہ اللہ سے مدد کا طلب گار ہو گا" (احمد)۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

راحیل-نواز حکومت شام کے جابر کی گرتی ہوئی حکومت کو سہارا دینے کے لئے فرقہ واریت کو استعال کر رہی ہے

ایک طرف راحیل-نواز حکومت فرقہ واریت کو ختم کرنے کا عہد کرتی نظر آتی ہے لیکن دوسری جانب شام کے جابر بشار کے گرتی ہوئی حکومت کو بچانے کے لئے فرقہ واریت کو استعال بھی کر رہی ہے۔ پچھلے چار سالوں سے شام کے مسلمان ظالم بشار کی حکومت کو گرانے کی شدید جدوجہد کر رہے ہیں تا کہ خلافت راشدہ کی واپسی کو یقینی بنائیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ لوگوں کی خواہش کے سامنے سر جھکا دیا جاتا، اس جابر حکومت کو مغربی حکومتیں اور ایجنٹ مسلم حکمران جن میں ایران بھی شامل ہے، حمایت فراہم کر رہے ہیں۔ خلافت کے قیام کو روکنے کے لئے شام کی جابر حکومت بچوں کو قتل اور عورتوں کی عفت و عصمت کی توہین جیسے انتہائی سنگین جرائم کر رہی ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ پاکستان کی حکومت بھی شام کی قاتل حکومت کو حمایت فراہم کرنے کے جرم میں شریک ہے۔ ایسے کئی شواہد موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ حکومت شیطانی مقاصد کے لئے شیعہ جنگجوؤں کو بشار کے حمایت میں شام کے مسلمانوں سے لڑنے کے لئے بھیج رہی ہے۔ اس کے علاوہ نہ صرف یہ کہ حکومت بشار کی سیاسی و عملی معاونت کر رہی ہے بلکہ بشار کے اس جھوٹے دعوے کی بھی حمایت کر رہی ہے کہ جو لوگ اسلام کے حکمرانی کی بحالی کے لئے کام کر رہے ہیں انہیں بیرونی طاقتوں کی مدد و معانت حاصل ہے۔ شامی عرب نیوز ایجنسی نے 23 فروری 2015 کی رپورٹ میں بیان کیا کہ پاکستان کی سینٹ کے چیرمین سید نیئر حسین بخاری نے شام کی اسمبلی کے سپیکر محمد جیجادل لحم سے ملاقات کے دوران اعلان کیا کہ "پاکستان ------- خود مختار ممالک میں بیرونی مداخلت کو مسترد کرتا ہے"۔ یہ اس بات کے علاوہ ہے جو موجودہ حکومت اور اس سے پچھلی حکومت نے پاکستان کے اثرورسوخ رکھنے والے طبقات میں جو مہم چلائی تھی جس میں یہ کہا گیا تھا کہ شام میں انقلاب بیرونی طاقتوں کی سازش ہے جبکہ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ شام میں بیرونی مداخلت صرف اور صرف جابر کی گرتی ہوئی حکومت کو بچانے کے لئے کی جارہی ہے۔

راحیل-نواز حکومت نے اسلام اور مسلمانوں کا ساتھ دینا گوارا نہیں کیا بلکہ خلافت کے قیام کو روکنے کی مغرب اور جابر بشار کی جنگ کا حصہ بننا قبول کر لیا۔ شام کے مسلمان مسلسل مسلم ممالک سے مدد کے لئے پکار کر رہے ہیں لیکن راحیل-نواز حکومت نے ہماری افواج کو بیرکوں میں بٹھا رکھا ہے لیکن اگر اِن کے مغربی آقا اپنے مفادات کی تکمیل کے لئے مسلم افواج کو حرکت میں لانے کا مطالبہ کریں تو لائبیریا جیسے دور دراز کے ملک بھی اپنی افواج کو فوراًروانا کر دیتے۔ حزب التحریر ولایہ پاکستان سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں کو خبردار کرتی ہے کہ تم خلافت کے قیام کو کو روکنے کی چاہے کتنی ہی زبردست کوشش کیوں نہ کر لو وہ انشاءاللہ جلد ہی قائم ہو گی۔ اور اگر وہ شام میں قائم نہیں ہوتی تو اللہ کے حکم سے پاکستان میں قائم ہو گی اور امت اُن لوگوں کو کبھی نہیں بھولے گی جنھوں نے اُس کے دشمنوں کا ساتھ دیا تھا اور سب سے اہم یہ کہ اللہ تعالیٰ تو بالکل بھی بھولنے والے نہیں ہیں۔

حزب التحریر افواج پاکستان میں موجود مخلص افسران کو پکارتی ہے کہ وہ خلافت کے قیام کے لئے نصرۃ فراہم کریں اور انھیں یاددہانی کراتی ہے کہ یہ ہم پر لازم ہے کہ شام کے مسلمانوں کی اپنی افواج کے ذریعے مدد کریں جو ایٹمی اسلحے سے لیس دنیا کی ساتویں بڑی فوج ہے۔

بقیہ صفحہ 28 پر

راحیل-نواز حکومت امریکی ایما پر افغانستان میں چین کے کردار کی حمایت کر رہی ہے

16 مارچ 2015 کو اقوام متحدہ میں پاکستان کی سفیر ملیحہ لودھی نے سلامتی کونسل سے خطاب کرتے ہوئے افغانستان میں صلح صفائی اور معاشی تعمیر و ترقی کے لئے چین کے کردار کی حمایت کی۔ حزب التحریر راحیل-نواز حکومت کی جانب سے دور اندیشی سے عاری اس پالیسی کو مسترد کرتی ہے جس کے تحت اُن غیر ملکی طاقتوں سے قوت حاصل کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جن کی مسلمانوں سے دشمنی ثابت شدہ ہے اور یہ خصوصیت اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے تمام پانچ مستقل ارکان امریکہ، برطانیہ، فرانس، روس اور چین میں پائی جاتی ہے۔ ایک ایسے وقت میں اس پالیسی کو اختیار کرنا جب پوری مسلم دنیا اور کئی غیر مسلم اقوام بھی ان پانچ استعماری غنڈوں کے گروپ سے تنگ آئی ہوئی ہیں اور انصاف پر مبنی ایک عالمی قیادت کی شدت سے منتظر ہیں، حکمرانوں کی محدود سوچ و نظر کی واضح مثال ہے۔

پچھلے چند مہینوں سے راحیل-نواز حکومت بہت زورو شور سے افغانستان میں چین کے کردار کی حمایت کر رہی ہے تا کہ خطے میں امریکہ کو فراہم کی جانے والی غدارانہ حمایت پر پردہ ڈالا جاسکے کیونکہ اِن کے اس عمل کو پاکستان کی عوام اور افواج پاکستان انتہائی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس پالیسی کا مقصد امت کو یہ دھوکہ دینا ہے کہ سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غدار پاکستان و افغانستان سے امریکی اثرورسوخ کو کم کرنا چاہتے ہیں اوراسی لئے چین کو امریکہ کی جگہ لینے میں مدد فراہم کر رہے ہیں۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہوسکے گا اور اس بات کو جاننے کے لئے پاک چین تعلقات کی تاریخ جاننا ہی کافی ہے۔ پچھلے پینتالیس سالوں سے پاکستان کے چین کے ساتھ قریب ترین سیاسی، معاشی اور فوجی تعاون اور تعلقات کے باوجود پاکستان میں آج بھی امریکی اثرو رسوخ سب سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی سفیر تو پاکستان کی سیاسی و فوجی قیادت میں موجود غداروں سے سب سے زیادہ ملاقاتیں کرتا اور انہیں احکامات دیتا نظر آتا ہے لیکن چین کے سفیر کا کہیں ذکر تک نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ پچھلی تقریباً نصف صدی میں دنیا کی کسی ریاست کو لندن، واشنگٹن، پیرس، بیجنگ یا ماسکو کی کاسہ لیسی کرنے سے دنیا کی طاقت بننے میں کبھی کوئی مدد نہیں ملی۔ یقیناً پانچ کے اس کلب کا کردار استعماری ہے جو کسی دوسری قوم کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ ان کے مقام کے قریب آسکیں۔

راحیل-نواز حکومت نے کبھی بھی امریکی مفاد کی مخالفت کرنے کی ہمت نہیں کی ہے۔ یہ حکومت افغانستان کے امور میں چین کے کردار کی حوصلہ افزائی اس لئے کر رہی ہے کیونکہ اس حوالے سے امریکہ اور چین کے مفادات یکجا ہیں۔ افغانستان معدنیات کی دولت سے مالا مال ہے اور ایک محتاط اندازے کے مطابق وہاں ایک کھرب ڈالر کے ذخائر موجود ہیں۔ چین کی نازک لیکن تیز رفتار معاشی ترقی کے لئے یہ معدنی ذخائر انتہائی اہم ہیں، لہٰذا چین افغانستان پر امریکی قبضے کے تسلسل کی حمایت کرتا ہے کیونکہ مشرقی ترکستان (سنکیانگ) میں خوفناک چینی جبر کے خلاف لڑنے والے ایغوری مسلمانوں کو افغانستان کی پٹی واخان میں موجود مسلمانوں کی حمایت میسر ہے۔ اسی لئے چینی وزیر خارجہ، وانگ یی نے 22 فروری 2014 کو اپنے کابل کے دورے میں کہا کہ "اس ملک میں امن اور استحکام کا مغربی چین پر اثر ہو گا، اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس سے پورے خطے میں استحکام اور ترقی ہو گی"۔

حزب التحریر پاکستان و افغانستان کے مسلمانوں پر واضح کر دینا چاہتی ہے کہ خلافت کے بغیر، جس کے ذریعے آپ وہ طاقت حاصل کر سکتے ہیں جس کے آپ حق دار ہیں، موجود قیادت میں موجود غدار ہمیشہ انہیں دشمن اقوام کے رحم کرم پر چھوڑتے رہیں گے۔ خلافت مسلمانوں کے علاقوں اور افواج کو یکجا کرے گی، اسلام کے نفاذ کے ذریعے عظیم قدرتی وسائل کو امت کے مفاد میں استعمال کرے گی اور خطے سے امریکہ سمیت تمام غیر ملکی طاقتوں کے اثرورسوخ کا خاتمہ کرے گی۔ اس کے علاوہ انشاء اللہ خلافت بہت جلد بہت ساری غیر مسلم اقوام کی لئے روشنی کا مینار بن جائے گی جن کی مسلمانوں سے کوئی دشمنی نہیں ہے، جو خود اِن استعماری طاقتوں کے ظلم و ستم سے تنگ آئی ہوئی ہیں۔ یہ غیر مسلم اقوام دوسری خلافت راشدہ سے معاہدے کرنا چاہیں گی اور ماضی میں بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے جس کے نتیجے میں بل آخر وہ اسلام میں داخل ہو جاتی تھیں۔

﴿وَلاَ تَرْكَنُوٓاْ إِلَى ٱلَّذِينَ ظَلَمُواْ فَتَمَسَّكُمُ ٱلنَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ "اور تم ظالم لوگوں کی طرف مت جھکو، ورنہ تمہیں جہنم کی آگ چھولے گی اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی مددگار نہیں ہو گا"(ھود:113)

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس

سوال کا جواب

مودی کی قیادت میں ہندوستان امریکہ تعلقات اور کشمیر کا مسئلہ
چین اور افغانستان کے تعلقات...... اور طالبان

سوال : میرے سوال کے تین جزو ہیں ، معذرت قبول کرنے کی امید ہے:

اول : اوباما اور مودی کے درمیان حالیہ ملاقات کو میڈیا میں بھرپور پذیرائی ملی لیکن اس کے نتیجے میں کوئی حقیقی فیصلہ ہوتا دکھائی نہیں دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ امریکہ اور ہندوستان اور بھارتیا جنتا پارٹی کے مابین مسائل بدستور موجود ہیں۔ کیا آپ ان کے مابین اختلافی مسائل کی نشاندہی کرسکتے ہیں؟

دوم: اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہندوستان میں بھارتیا جنتا پارٹی اور پاکستان میں نواز شریف کی حکومت دونوں ہی امریکہ کی وفادار ہیں اور کشمیر کا مسئلہ انڈیا کے لیے ناسور بنا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود ہندوستان کیوں کشمیر کے مسئلے کو حل کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے؟

سوم: چین ثالث بن کر طالبان کے ساتھ مذاکرات کی غرض سے ملاقاتیں کر رہا ہے، کیا امریکہ نے اس کی اجازت دی ہے یا پھر یہ چین اپنی مرضی سے کر رہا ہے ؟اس ثالثی سے چین کی غرض کیا ہے؟

اللہ آپ کو بہترین جزاء دے۔

جواب : اول : مودی کی قیادت میں ہندوستان امریکہ تعلقات کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل نکات پیشِ نظر رکھنا ضروری ہیں:

1 – مودی کو کانگریس پارٹی اور امریکہ کے درمیان کانگریس کی دس سالہ حکومت کے تعلقات کے مسائل کا بھاری بھرکم ترکہ وراثت میں ملا ہے۔ اس سے قبل بھارتیہ جنتا پارٹی کی حکومت کے دوران نیو دہلی اور واشنگٹن کے درمیان تعلقات میں غیر معمولی گرم جوشی دیکھنے میں آئی تھی جس کی مثال ماضی میں نہیں ملتی، لیکن یہ سب اس وقت تبدیل ہو گیا جب 2004 کے انتخابات میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو شکست ہوئی اور برطانیہ کی وفادار کانگریس پارٹی اقتدار میں آگئی۔ 2010 میں انڈین پارلیمنٹ نے "ایٹمی ذمہ داری" کا قانون منظور کیا، جس نے ایٹمی پاور پلانٹس سپلائی کرنے والوں پر سخت شرائط عائد کردی؛ یہ امریکہ اور اس کی کمپنیوں کو ہندوستانی مارکیٹ میں قدم رکھنے سے باز رکھنے کے لیے تھا۔ اس قانون نے 2005 میں امریکہ کے ساتھ کیے گئے سول نیوکلئیر معاہدے پر عمل درآمد کو ناممکن بنا دیا۔ دوسری طرف نیو دہلی نے امریکہ کی جانب سے کشمیر کے متعلق بات چیت شروع کروانے کی کوششوں کی پرزور مخالفت کی بلکہ واشنگٹن سے 2008 کے ممبئی حملوں کے بعد پاکستان کے خلاف سخت اقدامات کرنے کا مطالبہ کیا۔ اسی طرح بریکس ممالک (برازیل، روس، انڈیا، چین اور ساؤتھ افریقہ) کے حوالے سے امریکہ کے معاندانہ کردار اور کئی تجارتی تنازعات کی وجہ سے بھی پر واشنگٹن کے ساتھ تعلقات خراب رہے۔ اس بات کی توقع کی جارہی تھی کہ کانگریس پارٹی کے دور حکومت میں شروع ہونے والے دوطرفہ تعلقات بہت آگے بڑھیں گے، مگر مثال کے طور پر امریکہ نے شمسی پلیٹس پر "میڈ ان انڈیا" کے مہر پر اعتراض کیا کہ یہ بین الاقوامی تجارتی تنظیم (W T O) کے قوانین کی خلاف ورزی ہے، ہندوستان اب تک 2013 میں امریکہ کی جانب سے اپنے خلاف بین الاقوامی تجارتی تنظیم کے تنازعات کو حل کرنے کے ادارے میں دائر کیے گئے مقدمے کے خلاف اپنے دفاع میں مشغول ہے.....

2 – کانگریس پارٹی کی حکومت کے زمانے میں ہندوستانی عوام میں امریکہ کے بارے میں منفی تصور پایا جاتا تھا، جو امریکہ کی جانب سے ہندوستانی سفارتکاروں کے ساتھ بدسلوکی کے سبب اور بھی زیادہ بڑھ گیا تھا۔ اس کے نتیجے میں مودی کی اولین ترجیح ہندوستانیوں کی نظر میں امریکہ کی تصویر کو بہتر بنانا تھا، خاص طور پر سیاسی میدان میں۔ مودی نے ہندوستانی عوام کے سامنے امریکہ کے تصور کو بہتر کرنے کا کام شروع کیا اور اس مقصد کے لیے اوباما کے ہندوستان کے یوم جمہوریہ پر خصوصی مہمان کی حیثیت سے دورے اور ایٹمی معاہدے پر دستخط کا اہتمام کیا........

3 – اب صدر اوباما کی حیثیت عام انتخابات سے قبل، جن کا انعقاد امریکہ میں 2016 کے خزاں میں ہونے

والا ہے، ایک ایسی بطخ کی طرح ہے جس پر کوئی بھی نشانہ لگا سکتا ہے ، اب زیادہ تر اس کی توجہ کا مرکز انتخابات میں ڈیموکریٹک پارٹی کی کامیابی کو یقینی بنانا ہے۔ حالات جیسے بھی ہوں اوباما کو اپنا وقت مقامی انتخابی مہم میں شرکت اور بہت سارے بیرونی مسائل پر توجہ مرکوز کرنے کے درمیان تقسیم کرنا پڑے گا، اس لیے اس بات کا امکان نہیں کہ وہ ہندوستان میں کانگریس کی دس سالہ حکومت کے دوران جو کچھ کیا گیا ہے اس پر قابو پانے کے لیے بہت کچھ کرے گا۔

ان عوامل کی روشنی میں یہ مشکل ہے کہ ہم اوباما اور مودی ملاقات میں جو اعلانات کیے گئے ہیں ان میں کوئی خاطر خواہ پیش رفت ہو گی۔ زیادہ سے زیادہ خطے میں امریکہ اور ہندوستان کے مشترکہ مفادات کے مسائل کے بارے میں قریبی تعاون ہو سکتا ہے، جیسے "دہشت گردی" کے خلاف جنگ جو پاکستان سے آتی ہے اور چین کا راستہ روکنا۔ اس کے باوجود کئی روکاوٹیں موجود ہیں جو کہ کانگریس پارٹی کی حکومت کا نتیجہ ہیں اوراوباما اور مودی کی جانب سے ان پر قابو پانے اور ان کو زائل کرنے میں وقت لگے گا۔ ہندوستان میں امریکہ کے سابق سفیر (روبرٹ بلاک ویل) نے جنوری نے 2015 میں نیو دلی میں "مودی دور میں امریکہ ہند تعلقات" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا، "آنے والے دو سالوں میں ہندوستان کے ساتھ امریکہ کے تعلقات سے متعلق توقعات بہت زیادہ نہیں ہونی چاہیے، اس بات کے برخلاف کہ پچھلی دہائی کی ابتدا میں جو صورتحال تھی، نا تو یہ وزیراعظم یا یہ صدر امریکہ اور ہندوستان کے تعلقات کی سمت میں سٹریٹیجک تبدیلی لانے میں کامیاب ہوں گے، اس لیے میری رائے ہے کہ آنے والے دو سالوں میں دونوں ملکوں کے مابین کوئی حقیقی اسٹریٹیجک شراکت نہیں ہو گی"۔ (امریکہ اور ہندوستان کے درمیان تعلقات کی فضاء اور مشترکہ تجارت " 24 جنوری 2015)۔

دوسرے لفظوں میں بلاک ویل یہ توقع رکھتا ہے کہ دونوں ملکوں کے درمیان تعلقات اوباما کی جگہ نئے آنے والے صدر کے بعد ہی سانس لینے کے قابل اور توانا ہوں گے اس سے قبل ایسا نہیں ہو گا۔

ثانیا: جہاں تک کشمیر کے مسئلے کا تعلق ہے تو کانگریس حکومت کے دوران اس کے گرد بھی کئی پیچیدگیوں کا جال بنا گیا اس وجہ سے کشمیر کے مسئلے کو بھی میز پر لانے کے لیے مودی کو وقت درکار ہے:

1 – 2004 میں کانگریس پارٹی کے برسر اقتدار آنے کے ساتھ ہی کشمیر کے مسئلے کو خاص طور پر سرد خانے میں ڈال دیا گیا، باوجود اس کے کہ مشرف حکومت نے دونوں ملکوں کے درمیان معطل مذاکرات کو شروع کرنے کے لیے کئی حوالوں سے پسپائی اختیار کی اور بھارت کو رعایتیں دیں لیکن اس کے باوجود کانگریس پارٹی نے مشرف کی جانب سے پیش کی جانے والے تجاویز کو مسترد کیا اور اس بات پر اصرار کیا کہ کشمیر اس کا اندرونی مسئلہ ہے۔

2 - صورت حال نومبر 2008 کے ممبئی حملوں تک جوں کی توں رہی، اس کے بعد ہی کشمیر کے مسئلے پر کسی بھی قسم کے مذاکرات کے دوبارہ شروع ہونے کے امکانات مکمل طور پر منجمد ہو گئے، ہندوستانی حکومت نے اپنا لہجہ تبدیل کر دیا اور پاکستان پر ان حملوں میں ملوث ہونے کے جرم کا اعتراف کرنے اور پاکستان کے اندر موجود تمام مسلح جماعتوں کی سرکوبی کرنے خاص طور پر "لشکر طیبہ" کو نشانہ بنانے پر دباؤ ڈالا.....اکتوبر 2010 میں ہندوستانی حکومت نے پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی کو ان حملوں کی منصوبہ بندی کرنے کا ذمہ دار قرار دیا اور کہا کہ، "پاکستانی انٹیلی جنس ایجنسی 2008 میں ممبئی میں دہشت گرد حملوں میں ملوث تھی......" (ہندوستانی حکومت: "پاکستانی ایجنٹ ممبئی حملوں کے پیچھے تھے" ہندوستان ٹائم 19 اکتوبر 2010)۔

3 – ممبئی حملوں کے بعد اسلام آباد اور نیو دہلی کے درمیان تعقات کشیدہ ہو گئے، پاکستان یا امریکہ کی جانب سے کشمیر کے بارے بات چیت شروع کرنے کی کسی بھی تجویز کو ہندوستان مسترد کرتا رہا۔

4 – اس وقت امریکہ ہندوستان پر پاکستان کے ساتھ سرحدی کشیدگی کم کرنے کے لیے دباؤ ڈال رہا تھا خاص کر کنٹرول لائن پر، تاکہ پاکستان اپنی افواج کو افغان سرحد کے ساتھ امریکہ کی مدد اور افغان مزاحمت کو کچلنے کے لیے استعمال کرے۔ لیکن ہندوستان کشمیر کے بارے میں اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹا، جس پر پاکستان اور امریکہ دونوں نئی حقیقت کو قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔

5 – ہندوستان میں کانگریس حکومت کے دوران کشمیر کے مسئلے کے حوالے سے پاکستان کے حق میں کسی بھی قسم کی پسپائی کے بارے میں رائے عامہ میں جمود آگیا۔ اس کے نتیجے میں جب 26 مئی 2014 کو مودی نے وزارت عظمی کا منصب سنبھال لیا تو اس کو دس سال

تک کانگریس پارٹی کی حکومت کی جانب سے کشمیر کے حوالے سے کسی قسم کے مذاکرات سے دستبردار ہونے کے موقف کی وجہ سے چیلنج کا سامنا تھا۔

6 - امریکہ نے تمہید کے طور پر پاکستان اور ہندوستان کو قریب لانے کی کوشش کی تا کہ مسئلہ کشمیر کے لیے حل ڈھونڈنے کا قدم اٹھایا جاسکے، اسی وجہ سے نواز شریف نے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرتے ہوئے مودی کو مبارک باد دینے کے لیے ہندوستان کا دورہ کیا اور اسلام دشمنی کے لیے مشہور مودی کی تقریب حلف برداری میں شرکت کی .... مگر اس اقدام نے قربت کی بجائے دوری کو زیادہ کر دیا.......

7 - ایک اور بات یہ ہے کہ ہندوستان کی تمام پارٹیاں کشمیر کو اٹوٹ انگ کہتی ہیں اس لیے اگرچہ جنتا پارٹی اور نواز لیگ دونوں امریکہ نواز ہیں مگر مذاکرات سے کشمیر کے مسئلے کو حل کرنا آسان نہیں۔ کشمیر کا صحیح اور عادلانہ حل طاقت سے ہندو بالادستی کو کچل دینا ہے اور اگر اللہ کے اذن سے پاکستان میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مخلص حکومت قائم ہو گئی تو یہ اس کے لیے ایک آسان کام ہو گا انشاء اللہ، شاید یہ یہ وقت بھی قریب آ چکا ہے ان شاء اللہ۔

اس سب کے باوجود یہ بعید از امکان نہیں کہ امریکہ فریقین کو یکجا کرے مگر یہ امر بھی وقت لے گا۔

سوم: چین اور افغانستان تعلقات۔۔۔طالبان:

1 - چین نے افغانستان کے ساتھ تجارتی تعلقات بڑھانے کا زبردست اہتمام کیا ہے، منرل گروپ نے، جو کہ ریاستی کمپنی ہے، "ایناک کان" میں جو کابل سے 50 کلو میٹر جنوب میں ہے " تانبے کی اس کان میں 3 ارب ڈالر سرمایہ کاری کی ہے۔ چائنا نیشنل پٹرولیم کارپوریشن نے جو کہ ملک کی سب سے بڑی تیل کمپنی ہے 2011 افغانستان میں "دریائے آمو" کے مقام پر تیل کے کنویں کے تعمیر کا معاہدہ کیا ہے اور اس منصوبے سے 7 ارب ڈالر کا منافع حاصل ہوں گا۔ چائنا نیشنل پٹرولیم کمپنی نے افغانستان میں پہلے تیل پیدا کرنے والی سائٹ قائم کرنے میں معاونت کی ہے، جس سے 1.5 ملین بیرل تیل سالانہ حاصل ہو گا (" چین اور افغانستان میں اس کی موجودگی"، نیشنل نیوز پیپر 1 نومبر 2014)۔ اس کے علاوہ چین نے حال ہی میں ایک نئے منصوبے "جدید شاہراہِ ریشم" کا بھی اعلان کیا ہے جو اربوں ڈالرز کا ہے۔ یہ پراجیکٹ تین اجزاء پر مشتمل ہے، پہلے جزو کی ابتدا چین میں شیان سے ہو کر پاکستان سے گزر کر ترکی میں پہنچ کر ختم ہو گا۔ دوسرا جزو بنگلہ دیش سے میانمار تک ہو گا جبکہ تیسرا جزو چین کے ساحل فوجیان کو باقی دنیا سے منسلک کرے گا۔ اقتصادی شاہراہ ریشم کی تعمیر چینی صدر ژیان پنگ کا نظریہ تھا۔ اس منصوبے پر عمل درآمد اور تعمیر میں تیزی 2013 کے آخری چوتھائی میں شروع ہوئی تھی۔ اس لیے افغانستان اس اہم پراجیکٹ کا ایک اہم حصہ ہے۔ افغانستان میں بڑھتے ہوئے وسائل سے بھی چین کے منہ میں پانی آ رہا ہے، جہاں اب تقریباً ایک کھرب ڈالر کی معدنی دولت موجود ہے۔

اس لیے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ اشرف غنی نے افغانستان کا صدر منتخب ہونے کے بعد پہلا بیرونی دورہ چین کا کیا، جہاں بیجنگ کی طرف سے کئی نئے وعدے بھی کیے گئے۔ چین نے افغانستان کو 2017 میں 2 ارب ین (32.7 ملین ڈالرز) امداد دینے کا وعدہ بھی کیا جبکہ 2001 سے اب تک افغانستان کو دیے جانے والے 250 ملین ڈالرز اس کے علاوہ ہیں۔ چین نے 3000 افغان ملازمین کو بھی فنی تربیت دینے کا معاہدہ کیا جبکہ افغان زراعت، پن بجلی اور بنیادی ڈھانچے کی تعمیر میں معاونت اس کے علاوہ ہے۔

اس سب سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مستقبل میں افغانستان کے ساتھ تعلقات کو مضبوط کرنا چین کے بھرپور تجارتی مفادات کے لیے ہے۔

2 - چین کے لیے افغانستان کے ساتھ تجارتی تعلقات سے فائدہ اٹھانا اس وقت ممکن ہے جب وہاں استحکام ہو...... استحکام کے لیے افغانستان میں مضبوط حکومت درکار ہے، اسی وجہ سے چین اشرف غنی حکومت کی حتی الامکان حمایت کر رہا ہے۔ چینی وزیر خارجہ، وانگ یی نے 22 فروری 2014 کو اپنے کابل کے دورے میں کہا کہ "اس ملک میں امن اور استحکام کا مغربی چین پر اثر ہو گا، اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ اس سے پورے خطے میں استحکام اور ترقی ہو گی۔ ہم امید کرتے کہ جلد سے جلد افغانستان میں وسیع پیمانے پر اور ہمہ گیر سیاسی مصالحت دیکھنے میں آئی گی، چین اس مقصد کے لیے سہولیات فراہم کرنے میں کردار ادا کرے گا...... منقسم ملک کا کوئی مستقبل نہیں ہوتا "۔ (رائٹرز 22 فروری 2014م)۔

یہی وجہ ہے کہ چین کو افغانستان میں استحکام کی فکر ہے۔ ایک اور بات بھی ہے، وہ یہ کہ چین افغان سرحد سے متصل خطرے سے خوفزدہ ہے، جس کو "واخان گزرگاہ" کہا جاتا ہے۔ یہ افغانستان کے شمال میں تنگ زمینی گزرگاہ ہے جو چین سے تاجکستان

تک پھیلا ہوا ہے اور یہ شمال میں پامیر اور جنوب میں کوہِ ہندوکش کے درمیان واقع ہے جبکہ اس کی لمبائی 350 کلومیٹر اور چوڑائی 13 سے 65 کلومیٹر تک ہے۔ یہ ایغور اسلامی جنگجوؤں کے نقل و حرکت کے لیے آسانی پیدا کرتا ہے، جو چین کے اندرونی امن و امان کے لیے مسئلہ پیدا کر رہے ہیں، کیونکہ طالبان افغانستان اور پاکستان کے قبائلی علاقوں میں "مشرقی ترکستان کی تحریک" ایغور مسلمانوں کو پناہ اور ٹریننگ دیتے ہیں۔ ایغور جنگجو چین سے آزاد خود مختار ملک قائم کرنے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ گزشتہ سال کابل کے دورے میں چین کے وزیر خارجہ وضاحت سے اس امر کا اظہار کر چکے ہیں۔ عوامی جمہوریہ چین کی وزارت خارجہ کی جانب سے نشر کیے جانے والے بیان میں کہا گیا ہے کہ "سکیورٹی کے میدان میں تعاون میں اضافہ دوسرے پہلوؤں جیسے دہشت گردی کے خلاف جنگ اور مشرقی ترکستان کی تحریک کے خلاف جنگ میں تعاون کو بڑھایا جائے گا....." (وانگ یی افغانستان کے وزیر خاجہ سے مذاکرات کر رہا ہے"، چیک ریپبلک میں جمہوریہ چین کا سفارت خانہ 23 فروری 2014)۔

مذکورہ نقاط کی روشنی میں چین افغانستان میں دسمبر 2014 کے بعد بھی استحکام کی غرض سے امریکی موجودگی کے تسلسل کی حمایت کرتا ہے۔ ستمبر 2013 میں کرزائی کی جانب سے دوطرفہ معاہدے پر دستخط کے لیے چین کی جانب سے اعلانیہ حوصلہ افزائی سے اس کی طرف واضح اشارہ ملتا ہے۔ کرزائی کے ترجمان ایمل فیضی نے کہا کہ چینی صدر خطے میں امن اور استحکام کے حصول کے لیے افغانستان کے اپنے ہمسایہ اور غیر ممالک سے تعلقات کی حمایت کرتا ہے، خاص کر امریکہ کے ساتھ تعلقات کی تاکہ خطے میں امن اور استحکام لایا جاسکے اور چین افغانستان اور امریکہ کے درمیان سیکورٹی معاہدے کو حتمی شکل دینے کی حمایت کرتا ہے ("چین افغانستان اور امریکہ کے مابین سیکورٹی معاہدے کی حمایت کرتا ہے" اخبار کا 28 ستمبر 2013)۔ اخبار نے مزید کہا کہ چین نے اس امن عمل کی حمایت کا اعلان کر دیا ہے جس کی قیادت افغانستان کر رہا ہے اور وہ افغان امن مذاکرات میں کردار ادا کرنے کے لیے تیار ہے، یعنی طالبان کے ساتھ امن مذاکرات کی..... یہ تمام بیانات جو کہ سب ایک ہی سیاق میں ہیں اور دوسرے ملتے جلتے بیانات سے واضح ہو جاتا ہے کہ چین افغانستان میں استحکام کے لیے امریکہ کی حمایت کرتا ہے، اسی طرح وہ طالبان کے ساتھ امن مذاکرات کی بھی حمایت کرتا ہے یہ سب کچھ امریکہ کے ساتھ مکمل ہم آہنگی سے کر رہا ہے۔

چین نے نومبر 2014 میں "امن اور مصالحت کا فورم" بھی قائم کیا جیسا کہ رائٹرز نے کہا ہے، یہ امن مذاکرات کو آگے بڑھانے کے افغانستان میں بڑا کردار ادا کرنے کی کوشش ہے (رائٹرز 11 نومبر 2014)۔ چین اشرف غنی حکومت اور تحریک طالبان کے درمیان امن معاہدہ کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کر رہا ہے، اسی وجہ سے حال ہی میں تحریک طالبان کے وفد نے بیجنگ کا دورہ کیا۔ چین افغان طالبان پر دباؤ ڈالنے کے لیے پاکستان کی بھی پشت پناہی کر رہا ہے تا کہ غنی حکومت کے ساتھ مصالحت کو ممکن بنایا جاسکے۔ اس کی یہ تفسیر ممکن نہیں کہ چین افغانستان میں امریکہ کی جگہ لینا چاہتا ہے بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ افغانستان میں استحکام کے حوالے سے چین اور امریکہ کے مفادات مشترک ہیں۔ اس حوالے سے امریکی عہدیدار نے کہا کہ "امریکہ اور چین نے افغان حکومت کی مدد، قومی اتحاد، امن و آمان اور معاشی نمو کے لیے مل کر کام کرنے پر اتفاق کیا ہے؛ تاکہ اس بات کی ضمانت دی جاسکے کہ افغانستان ایک بار پھر دہشت گردوں کی محفوظ پناہ گاہ نہ بن جائے"۔ ("چین تحریک طالبان افغانستان کے ساتھ معطل مذاکرات میں پیش رفت کے لیے واسطہ بن رہا ہے" اکانومک ٹائمز 13 فروری 2015)۔

یہ سب اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ افغانستان میں وسیع تر معاشی مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے وہاں استحکام چین کے لیے اہمیت کا حامل ہے اور وہ افغانستان میں استحکام کے موضوع پر امریکہ سے متفق ہے....... افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مصالحت بھی اس کے لیے اہم ہے کیونکہ چین اس سے مشرقی ترکستان کے انقلابیوں کی سپلائی لائن کا گھیرا تنگ کرنے کے لیے فائدہ اٹھاتا ہے، اسی لیے چین افغان حکومت اور طالبان سے رابطے کر رہا ہے.....

ہم امید کرتے ہیں کہ طالبان اس بات کا ادراک کر کے چین کے مکر کو اسی کے گلے میں پھنسائیں گے اور ان کے اور مشرقی ترکستان کے انقلابیوں کے درمیان اسلامی اخوت کا تسلسل جاری رہے گا۔

19 جمادی الاولی 1436 ہجری / 10 مارچ 2015

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے ملک بھر میں رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کے خلاف مظاہرے کیے

اے افواج پاکستان! گستاخیِ رسول کا جواب دو اور فرانسیسی سفیر نکال دو

حزب التحریر ولایہ پاکستان نے فرانس کے رسالے چارلی ایبڈو کے جانب سے رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور فرانسیسی حکومت کی جانب سے اس شیطانی عمل کی حمایت کے خلاف ملک بھر میں مظاہرے کیے۔ مظاہرین نے بینرز اور کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر تحریر تھا کہ :"اے پاک فوج، گستاخیِ رسول کا جواب دو، فرانسیسی ایمبیسی بند اور سفیر نکال دو" ، "گستاخیِ رسول کا جواب، بذریعہ افواج منظم جہاد"۔

مظاہرین کا یہ کہنا تھا کہ پاکستان کے عوام عاشق رسول ﷺ ہیں جبکہ حکمران ایسی شیطانی گستاخی کرنے والے کفار سے دوستیاں کرتے ہیں اور فخر سے گارڈ آف آنر اور تمغے وصول کرتے ہیں۔ اگر پہلے دن ہی پاکستان سمیت مسلمان ممالک فرانسیسی سفیروں کو مسلم دنیا سے نکال دیتے اور ان کے سفارت خانے بند کر دیتے تو امت مسلمہ کو سڑکوں پر نکل کر مظاہرے کرنے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ مسلم حکمرانوں کا کمزور رد عمل فرانس اور دیگر مغربی طاقتوں کو اسلام، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف مسلسل حملے کرنے کی ہمت فراہم کر رہا ہے۔ مسلم حکمران اس حد تک گر چکے ہیں کہ وہ زبانی مذمت بھی نہیں کر رہے بلکہ کفار سے توہین رسالت نہ کرنے کی التجا کر رہے ہیں۔

مظاہرین کا یہ بھی کہنا تھا کہ آج کفار کو اسلام، رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف سیاسی ، معاشی، تہذیبی، اور فوجی حملے کرنے کی ہمت صرف اس وجہ سے ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی خلافت موجود نہیں ہے جو مسلم سرزمینوں، مسلم امہ اور ان کی افواج کو یکجا کرے اور کفار کے حملوں کا منہ توڑ جواب دے۔

مظاہرین نے افواج پاکستان کے مخلص افسران سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے احکام کے مطابق فرانس اور ہر اس ملک کا سفارت خانہ بند اور اس کے سفیر کو ملک بدر کریں جو توہین رسالت کی حمایت کرتا ہے۔ مظاہرین نے افواج پاکستان سے یہ مطالبہ بھی کیا کہ وہ نصرۃ فراہم کر کے خلافت کا قیام عمل میں لائیں تا کہ وہ ڈھال قائم ہو سکے جس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع ہوتا ہے اور دشمن کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس



اسلام آباد: رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کیخلاف حزب التحریر کا احتجاج



رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کیخلاف کراچی کے شباب کا پرزور انداز



پشاور: رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کیخلاف حزب التحریر کے ارکان سراپا احتجاج ہیں

مسلم دنیا میں اردو بولنے والوں کے لیے

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی اردو ویب سائٹ

www.hizb-ut-tahrir.info/info/urdu.php

حزب التحریر کے مرکزی میڈیا آفس کی ایک اردو ویب سائٹ ہے جس کو www.hizb-ut-tahrir.info کے ذریعے دیکھا جاسکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی امت میں اردو بولنے، لکھنے اور سمجھنے والے کروڑوں مسلمانوں کے لئے یہ اردو ویب سائٹ معلومات حاصل کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس ویب سائٹ پر پوری مسلم دنیا میں خلافت کے قیام کے لیے کام کرنے والی جماعت حزب التحریر کی انڈونیشیا سے لے کر مراکش تک مختلف ولایات کی جانب سے جاری کی گئیں پریس ریلیز زاور لیفلٹ دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس ویب سائٹ پر مسلم دنیا میں حزب التحریر کی خلافت کے قیام کی زبردست جدوجہد کے حوالے سے تحریریں، تصاویر، آڈیوز اور ویڈیوز بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس ویب سائٹ کے ذریعے حزب التحریر کے امیر، مشہور رہنما اور فقیہ، شیخ عطا بن خلیل ابوالرَشتہ سے سوالات بھی پوچھے جاسکتے ہیں۔

یقیناً اردو زبان کی موجودگی خلافت کا تحفہ ہے کیونکہ یہ زبان ریاستِ خلافت کی مسلم افواج کی فوجی چھاؤنیوں میں وجود میں آئی تھی جن میں ترکی، فارس، عرب اور برِصغیر پاک وہند سے تعلق رکھنے والے مسلمان موجود ہوتے تھے۔ درحقیقت لفظ اردو ترک زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "لشکر" کے ہیں۔ آج کے دن تک اردو کا رسم الخط، اس کے الفاظ اور طرزِ تحریر قرآن اور خلافت کی سرکاری زبان عربی پر بے حد انحصار کرتی ہے۔

حزب التحریر ولایہ پاکستان اردو زبان استعمال کرنے والے صحافیوں، میڈیا اور سوشل میڈیا کو اس بات کی دعوت دیتی ہے کہ وہ حزب التحریر کی جدوجہد اور کام سے مسلسل آگاہی کے لیے اس بہترین ویب سائٹ کو استعمال کریں۔

ولایہ پاکستان میں حزب التحریر کا میڈیا آفس